عورتوں کی نماز-احکام ومسائل

عورتوں کا اذان سے پہلے نماز ادا کرنا:

سوال: جب تک محلّہ کی اذان نہ ہوجائے، کیا عورتیں نماز ادا کرسکتی ہیں؟ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ جب تک محلّہ کی اذان نہیں ہوجاتی، نماز ادا نہ کی جائے؟ (ایکس، وائی، زیڈ، چھتہ بازار)

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

وقت شروع ہونے کے بعد اذان سے پہلے بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے، اذان اوقات نماز سے مطلع کرنے اور مسجد کی طرف بلانے کے لئے ہے، ایسا نہیں ہے کہ وقت شروع ہوجانے کے بعد جب تک اذان نہ ہوجائے، نماز ہی درست نہ ہو، (۱) اور خواتین کو تو یوں بھی گھر ہی میں نماز ادا کرنا بہتر ہے، نہ کہ مسجد میں؛ اس لئے وہ اذان سے پہلے نماز ادا کرسکتی ہیں۔ (۲) (کتاب الفتاویٰ: ۲/۱۲۱)

نیل پالش لگا کر نماز:

سوال: عورتوں کا نیل پالش لگانا، ناخن بڑھا کر نماز پڑھنا درست ہے؟

ھو المصوب ـــــــــــــــــــــــ

ناخن ترشوانا سنن فطرت میں سے ہے، جس کی صراحت احادیث میں وارد ہے، (۳) لہٰذا ناخن بڑھانا شرعاً ناپسندیدہ عمل ہوگا اور اس پر نیل پالش لگانا شرعاً ممنوع ہوگا؛ کیوں کہ اس کے لگنے سے وضو معتبر نہ ہوگا، جس سے نماز درست نہ ہوگی۔ (۴)

تحریر: محمد طارق ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۲/۴۱)

---

(۱) لأن الأذان للاعلام بدخول وقت الصلاة والمكتوبات هى المختصة بأوقات معينة، الخ. (بدائع الصنائع، فصل بيان محل وجوب الأذان: ۱۵۲/۱، دار الكتب العلمية. انيس)

(۲) عن حماد عن إبراهيم أنه قال: ليس على النساء أذان ولا إقامة. (كتاب الآثار لأبى يوسف، باب الأذان: ۱۸ (ح: ۸۷)/ كتاب الآثار لمحمدبن الحسن الشيبانى، باب الأذان: ۱۰۸ (ح: ٦٤) العلمية/ وكذا روى عن عبد الله بن عمر. (مصنف عبدالرزاق، باب هل على المرأة أذان وإقامة (ح: ۵۰۲۲)/ السنن الكبرىٰ للبيهقى: ٦۰۰/۱ (ح: ۱۹۲۰) العلمية. انيس)

(۳) من الفطرة: حلق العانة وتقليم الأظفار وقص الشارب. (صحيح البخارى، باب تقليم الأظفار (ح: ۵۸۹۰)

(۴) (قوله: بخلاف نحو عجين) أى كعلك وشمع وقشر سمك وخبز ممضوغ متلبد، جوهرة. (رد المحتار، مطلب فى أبحاث الغسل: ۲۸۸/۱)

عورتوں کا سفید لباس پہن کر نماز پڑھنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ سفید لباس پہن کر عورتوں کا نماز ادا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بحوالہ کتب شرعیہ جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں۔

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

عن سمرة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "البسوا الثياب البيض، فإنها أطهر وأطيب، وكفنوا فيها موتاكم". (رواه أحمد والترمذي والنسائي وابن ماجة، كذا في المشكوٰة: ۳۷٤/۲)(۱)

اس روایت میں سفید لباس زیب تن کرنے کا حکم ہے اور اس کی تعریف فرمائی ہے، عورتوں کا استثنا نہیں فرمایا ہے؛ بلکہ ایک دوسری روایت میں عبادت کے لئے سفید لباس کو سب سے بہتر قرار دیا ہے کہ سفید لباس پہن کر عبادت کرنا چاہئے اور اس میں بھی عورتوں کا استثنا نہیں ہے۔

"وعن أبي الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أحسن ما زرتم الله في قبوركم ومساجدكم البياض". (رواه ابن ماجة، كذا في المشكوٰة: ۳۷۷/۲)(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا سفید لباس پہن کر نماز پڑھنا جائز ہی نہیں؛ بلکہ احسن ہے، ہاں! اس کا خیال رہے کہ باریک نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ: ۴۶/۱-۴۷)

زنانہ کے لئے نماز میں ستر عورت:

سوال: چہ می فرمایند علماءِ کرام درین مسئلہ کہ یک زن مسلمان واصیل کہ در یک لباس نماز ادا می کنند، ودراں لباس ساق زن وصدرش از جہت کشادگی گریوان ظاہر می شود، ایں نماز زن دران لباس درست است یا نہ؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: باز محمد افغانی......۲۴/۱/۱۹۸۷ء)

(۱) كتاب اللباس، الفصل الثاني، رقم الحديث: ٤٣٣٧، /مسند أبي داؤد الطيالسي، ما أسند عن سمرة بن جندب (ح: ٩٣٦)/مسند أحمد بن حنبل، ومن حديث سمرة بن جندب (ح: ٢٠١٠٥)/سنن ابن ماجة، باب البياض من اللبس (ح: ٣٥٦٦)/سنن أبي داؤد، باب في البياض (ح: ٤٠٦١)/سنن الترمذي، باب ماجاء في لبس البياض (ح: ٢٨١٠) انيس

(۲) كتاب اللباس، الفصل الثالث، رقم الحديث: ٤٣٨٢/سنن ابن ماجة، باب البياض من الثياب (ح: ٣٥٦٨)/ قال نور الدين السندي: وفي الزوائد إسناده ضعيف شرح بن عبيد لم يسمع من أبي الدرداء قاله في التهذيب. (حاشية السندي: ٣٧٠/٢، دار الجيل بيروت. انيس)

(ويستحب) الثوب (الأبيض والأسود)، الخ. (مجمع الأنهر، فصل في اللبس: ٥٣٢/٢، دار إحياء التراث العربي. انيس)

الجواب

ماسوائے وجہ وقدمین وکفین ہر اندام مکمل یا ربع وے کہ برہنہ شود، نمازش فاسد شود۔(۱)

کما فی الهندية: ۱/ ۶۰ :"الربع وما فوقه کثیر ومادون الربع قلیل وهو الصحیح،هٰکذا فی المحیط". (۲)وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲/۲۲۰)

(عورت کے لئے) نماز میں ستر عورت:

سوال: نماز میں عورت کو اپنا کتنا حصۂ بدن چھپانا ضروری ہے؟

الجواب

نماز میں عورت کو اپنے تمام جسم کا چھپانا فرض ہے، بجز چہرہ، دونوں ہتھیلیوں اور دونوں قدموں کے۔(۳)

(فتاویٰ شیخ الاسلام:۲۴)

عورت کی ہتھیلی کا اوپری حصہ ستر ہے یا نہیں، اس کی تحقیق:

سوال: قبل ازیں یہ لکھا گیا تھا کہ جب عورت پشت کف دست ہاتھ کی ہتھیلی کا اوپری حصہ کھول کر نماز پڑھ لے تو اس کا اعادہ کرنا پڑے گا یا نہیں؟ اس کا جواب جناب عالی نے یہ تحریر فرمایا کہ نماز اس کی صحیح ہے، اعادہ نہ کرے، اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ جب درمختار میں یہ لکھا ہے:

"فظهر الکف عورة علی المذهب". (الدر المختار: ۱/ ۴۰۵، مطلب فی ستر العورة)

تو جب نماز میں ستر عورت نہ ہوا تو نماز نہ ہوئی، لہٰذا اس کا اعادہ ضروری ہوا، لہٰذا اس تردد کو رفع فرمائیے؟

الجواب

ظہر کف کا عورت ہونا چونکہ مختلف فیہ ہے، (۴) میں نے سہولت وابتلاء عام کے لئے دوسرا قول لے لیا۔

۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ۔ (تتمہ ثانیہ صفحہ:۲۹) (امداد الفتاویٰ جدید:۱/۲۱۹-۲۲۹)

(۱) ترجمہ: چہرہ، دونوں پاؤں کے نیچے کے حصے (قدم) اور دونوں ہتھیلی کے علاوہ کسی بھی عضو کا اگر چوتھائی کھلا رہے تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ انیس

(۲) الفتاویٰ الهندية، الفصل الأول فی الطهارة وستر العورة: ۱/ ۵۸.

(۳) وبدن الحرة عورة إلا وجهها وکفيها وقدميها. (کنز الدقائق مع البحر: ۱/ ۲۶۹،الفتاویٰ الهندية: ۱/ ۵۸)

(۴) فظهر الکف عورة علی المذهب. (الدر المختار)

(قوله علی المذهب)أی ظاهر الرواية،وفی مختلفات قاضی خان وغيرها وأنه ليس بعورة وأيده فی شرح المنية بثلاثة أوجه وقال فکان هو الأصح وإن کان غير ظاهر الرواية وکذا أيده فی الحلية وقال مشٰی عليه فی المحيط وشرح الجامع لقاضی خان،آه،واعتمده الشرنبلالی فی الإمداد. (رد المحتار: ۱/ ۳۷۶)

عورت کے ہاتھ کہنیوں تک ڈھکے ہونا، نماز کے لیے ضروری ہے:

سوال: کچھ خواتین کہتی ہیں کہ نماز پڑھنے کے لیے عورت کے ہاتھ کہنیوں تک لازمی ڈھکے ہونے چاہئیں اور کلائی تک ڈھکنا ضروری نہیں؟

الجواب

عورت کا سارا بدن، ہاتھ گٹوں تک اور پاؤں ٹخنے تک پورا ستر ہے، کلائیوں کا کھولنا جائز نہیں ۔(۱)

(آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۳۲۰)

عورت کی کہنی کھلی رہ جائے، تو نماز کا حکم:

سوال: اگر آستین کہنی سے اوپر ہو اور کہنی کھلی ہو تو کیا نماز ہو جائے گی؟

الجواب

عورت کے پہنچوں، ٹخنوں اور چہرے کے سوا کوئی عضو کھلا رہے تو نماز نہیں ہوتی ۔(۲) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۳۲۱)

آدھی آستین والی قمیص میں عورت کا نماز پڑھنا:

سوال: کیا آدھی آستین کی قمیص جو کہنیوں سے اوپر ہو؛ لیکن گاڑھی اور بڑی چادر سے پورا جسم کلائی تک ڈھکا ہوا ہو، کیا ایسی صورت میں عورت کی نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر بدن کا کوئی حصہ نماز میں نہ کھلے تو نماز ہو جاتی ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۲۲۰-۲۲۱)

بلاؤز پہن کر نماز پڑھنا:

سوال: اگر کوئی عورت بلاؤز پہن کر نماز پڑھے تو کیا نماز درست ہوگی؟ جب کہ بلاؤز کی صورت یہ ہے کہ ناف سے اوپر ہی ہوا کرتا ہے اور جب رکوع وسجدہ میں جاتی ہے تو ساڑی ہٹ جاتی ہے اور بدن کا اچھا خاصا حصہ کھل جاتا ہے؟

(۱) وذراعها عورة كبطنها في ظاهر الرواية عن أصحابنا الثلاثة.(الحلبي الكبير: ۲۱۰، الشرط الثالث)

(۲) وبدن المرأة الحرة كلّها عورة ...إلاّ وجهها وكفيها...وقدميها،إلخ.(الحلبي الكبير: ۲۱۰)

عن عبد اللّٰه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان وأقرب ما تكون من وجه ربها وهي في قعر بيتها.(صحيح لابن خزيمة،باب اختيار صلاة المرأة في بيتها (ح: ۱۶۸۵)/كذا في سنن الترمذي، باب (ح:۱۱۷۳)انیس)

ھو المصوب

بلاؤز پہن کرنماز پڑھنا درست نہیں ہے اوراس صورت میں نماز درست نہیں ہوگی۔(۱)

مروجہ بلاؤز پہننا درست نہیں ہے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔تصویب: ناصر علی ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۲/۵۵-۵۶)

نماز میں اگر کوئی عضو کھلا رہ گیا:

سوال: نماز کے دوران اگر عورت کا کوئی عضو کھل گیا، تو نماز کب فاسد ہوگی؟

الجواب

اگر نماز میں کسی عضو کا چوتھائی حصہ اتنی دیر کھلا رہے گا، جتنی دیر میں وہ کوئی فریضہ نماز ادا کرتی تو نماز باطل ہو جائے گی، حتی کہ اگر سر کے بالوں کا چوتھائی حصہ، یا گردن یا بانہہ کا چوتھائی حصہ کھل جائے گا تو نماز باطل ہو جائے گی، خواہ یہ کھلنا گھر میں ہو، یا باہر، اندھیرے میں ہو یا روشنی میں، کوئی دیکھے، یا نہ دیکھے۔(۲)

مکتوبات:۴/۸۶۔(فتاویٰ شیخ الاسلام:۲۵)

عورت کا جسم کھلا رہ گیا تو نماز نہ ہوگی:

سوال: ساڑی پہن کر نماز کے دوران پیٹھ کا حصہ کھل جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

(المستفتی: حافظ عبداللہ خاکسار مسجد پونہ، ۲ر رمضان ۱۴۲۵ھ)

الجواب

پیٹھ مستقل ایک عضو ہے، اسی طرح پیٹ بھی جن کا ڈھانپنا فرض ہے، اگر صرف پیٹھ کا چوتھائی حصہ کھل جائے، تو نماز نہ ہوگی، چوتھائی سے کم کھل جائے تو نماز درست ہوگی اور اگر پیٹھ کا تھوڑا اور پیٹ کا تھوڑا حصہ مل کر پیٹ (جو پیٹھ کے مقابلہ میں چھوٹا ہوتا ہے) کے چوتھائی حصہ کے برابر کھلا رہ جائے تو نماز نہ ہوگی، یہ سب اس صورت میں ہے جب کہ ایک رکن کے ادا کرنے کی مقدار جسم کھلا رہے اور اگر فوراً ڈھانپ دیا تو نماز درست ہو جائے گی، چاہے جسم کھل جائے۔

"بدن الحرة عورة إلاوجهها و كفيها وقدميها".(الفتاویٰ الهندية: ۱/۵۸)(۳)

(۱-۲) ويمنع حتى انعقادها كشف ربع عضوقدرأداء ركن بلا صنعه من عورة غليظة أوخفيفة على المعتمد.(الدر المختار مع ردالمحتار: ۲/۸۲،مطلب في ستر العورة، ۱/۴۰۸،دار الفكر بيروت)

(۳) الفصل الأول في الطهارة وستر العورة،دار الفكر بيروت.انيس

"انکشاف مادون الربع معفوعنه إذاكان في عضو واحد وإن كان في عضوين أو أكثر و جمع وبلغ ربع أدنٰى عضو منها يمنع جواز الصلاة". (الفتاویٰ الهندية: ۱/ ۵۸)

"وإن انكشف عورته في الصلاة فسترها بلا مكث جازت صلاته إجماعاً وإن أدىٰ ركناً مع الانكشاف فسد إجماعاً وإن لم يؤده لكن مكث قدرما يكمن الأداء تفسد عند أبي يوسف خلافاً لمحمد". (الفتاوىٰ الهندية: ۱/ ۱۸) والله أعلم وعلمه أتم

مفتی محمد شاکر خان قاسمی، پونہ۔ (فتاویٰ شاکر خان: ۱/۱۱۸-۱۱۹)

عورت کا کھلی جگہ نماز پڑھنا:

سوال: عورت اگر مسافر ہو، تو وہ قصر کرے گی؛ لیکن اگر کہیں سیر وتفریح کے لئے گئی جہاں قصر کی نماز اس کے لئے لاگو نہیں، مگر نماز کا وقت ہوگیا۔ کیا وہ کھلی جگہ نماز ادا کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

شرعی سفر میں تو بہر حال وہ قصر کرے گی، (۱) اگر سیر وتفریح کے لئے گئی ہے اور نماز کھلی جگہ میں پڑھے گی، تب بھی اس کو پڑھنا درست ہے۔ (۲)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾. (سورة النساء: ۱۰۱)

"يقول تعالىٰ: ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ﴾: أي سافرتم في البلاد، كما قال تعالىٰ: ﴿عَلِمَ أَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَآخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ الآية. (سورة المزمل: ۲۰)

وقوله ﴿فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ﴾: أي تخففوا فيها إما من كميتها بأن تجعل الرباعية ثنائية كما فهمه الجمهور من هذه الآية واستدلوا بها علىٰ قصر الصلوٰة في السفر". (ابن كثير: ۱/ ۷۲۳، دار الفيحاء، دمشق)

"عن أنس بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه قال: صليت الظهر مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بالمدينة أربعاً والعصر بذي الحليفة ركعتين".

"وخرج علي بن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه، فقصر وهو يرى البيوت، فلما رجع قيل له: هٰذه كوفة، قال: لا، حتىٰ ندخلها". (صحيح البخاري، أبواب تقصير الصلوٰة، باب يقصر إذا خرج من موضعه: ۱/ ۱۴۸، قديمي)

"من خرج من عمارة موضع إقامته قاصدًا مسيرة ثلاثة أيام ولياليها بالسير الأوسط مع الاستراحات المعتادة، صلّى الفرض الرباعي ركعتين ولو عاصياً بسفره حتىٰ يدخل موضع مقامه اهـ". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة المسافر: ۲/ ۱۲۰-۱۲۴، سعيد)

(۲) عن أبي ذر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "جعلت لي الأرض طهورًا ومسجدًا".

"عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال موسى في حديثه في ما يحسب عمرو: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " الأرض كلها مسجد إلا الحمام والمقبرة". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب في المواضع التي لا تجوز فيها الصلوٰة: ۱/ ۷۰، دار الحديث، ملتان)

تمام بدن کو ڈھانک کر اس طرح کہ صرف ہاتھ اور قدم اور چہرہ کھلا رہے گا، اس کی نماز درست ہے، (۱) اگر پیروں میں موزے ہوں اور ہاتھوں میں دستانے، تب بھی نماز درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/۷/۱۴۰۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۴۲/۵-۶۴۳)

ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا جس میں جسم یا بال نظر آتے ہوں:

سوال: عورتوں کو نماز میں کتنا جسم ڈھانپنا ضروری ہے؟ آیا اگر کوئی باریک کپڑے سے نماز پڑھے، جس میں جسم یا بال نظر آتے ہوں، اگر چہ اکیلے میں ہو تو کیا اس سے نماز یا طواف ادا ہوگا یا نہیں؟ کیوں کہ میں نے سنا ہے کہ باریک کپڑے میں نماز نہیں ہوتی؟

الجواب ـــ

عورت کا منہ، ہاتھ اور پاؤں کے علاوہ پورا بدن ڈھکنا ضروری ہے، ورنہ نماز نہیں ہوگی۔ (۲) باریک کپڑا جس کے اندر سے بدن یا بال نظر آتے ہوں، اس میں نماز نہیں ہوتی۔ (۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۲۰/۳)

عورتوں کا نماز میں بالوں کو چھپانا:

سوال: عورتوں کا افرادِ خانہ کے سامنے باریک دوپٹہ، یا رومال کی قسم کا چھوٹا کپڑا جس سے بال نہیں چھپتے، اوڑھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجوابـــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اگر سر کے بال نہیں چھپتے، تو نماز نہیں ہوتی، (۴) اگر چہ وہاں کوئی نامحرم نہ ہو؛ بلکہ سب محرم ہوں۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/۶/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/۶/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵۲۱/۵)

---

(۱) "والرابع ستر عورته...وللحرة جميع بدنها خلا الوجه والكفين والقدمين". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۰۴-۴۰۵، سعيد)

(۲) وبدن المرأة الحرة كلها عورة...إلاَّ وجهها وكفيها...وقدميها...(الحلبي الكبير: ۲۱۰)

(۳) إذا كان الثوب رقيقًا بحيث يصف ما تحته أى لون البشرة لايحصل به ستر العورة. (الحلبي الكبير: ۲۱۴)

عن أبى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صنفان من أهل النار لم أرهما قوم مهم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات رؤوسهن كأسنمة البخت المائلة لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها وإن ريحها ليوجد من مسيرة كذا وكذا. (الصحيح لمسلم، باب النساء الكاسيات العاريات (ح: ۲۱۲۸)

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: "وقيل معناه تلبس ثوبا رقيقا يصف لون بدنها". (نووی شرح مسلم: ۲۰۵/۲، انیس)

(۴) "والرابع: ستر العورة) ووجو به عام ولو في الخلوة على الصحيح، إلا لغرض صحيح... ==

باریک دوپٹے میں نماز:

سوال: آج کل بہت باریک دوپٹے چلے ہیں، جس میں سر کے بال صاف نظر آتے ہیں، اس قسم کا دوپٹے اوڑھ کرنماز درست ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ———— حامدًا و مصليًا

عورت اگر ایسا باریک دوپٹے اوڑھ کرنماز پڑھے گی تو نماز درست نہ ہوگی۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالی اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔(فتاویٰ محمودیہ:۵/۵۲۱)

جارجٹ کے دوپٹے کے ساتھ نماز پڑھنا:

سوال: جارجٹ کے دوپٹے کے بارے میں کیا حکم ہے، کیا اس سے نماز ہوسکتی ہے؟ کیوں کہ اس میں تو سب کچھ نظر آتا ہے، یا ململ کا دوپٹے ہونا چاہیے؟ دوپٹے کے کپڑے کی صحیح مقدار اور کپڑے کی قسم ضرور بتائیں؟

الجواب ————

اگر کپڑا اتنا باریک ہو کہ اندر سے بدن، بال وغیرہ نظر آتے ہوں تو اس سے نماز نہیں ہوتی، نماز کے لیے موٹا کپڑا اوڑھنا ضروری ہے۔(۲)(آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۳۲۰)

== (للحرة جميع بدنها) حتى شعرها النازل فى الأصح (خلا الوجه والكفين و القدمين)". (الدرالمختار ،باب شروط الصلوٰة: ۱/۴۰۵،سعيد)

(۱) "(وعادم ساتر)لايصف ما تحته. (قوله:لايصف ما تحته)بأن لايرى منه لون البشرة احترازًاعن الرقيق ونحوالزجاج". (الدرالمختارمع رد المحتار ،كتاب الصلاة،باب شروط الصلاة: ۱/۴۱۰،سعيد)

وحد السترأن لا يرى ما تحته،حتٰى لوسترها بثوب رقيق يصف ما تحته،لايجوز. (البحرالرائق،كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/۴۶۷،رشيدية)

"والثوب الرقيق الذى يصف ما تحته،لاتجوزالصلاة فيه؛لأنه مكشوف العورة معنى". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوٰة،باب شروط الصلاة: ۱/۲۵۲،دارالكتب العلمية، بيروت)

عن عائشة قالت:أن أسماء بنت أبى بكر دخلت على النبى صلى اللّٰه عليه وسلم وعليها ثياب شامية رقاق فأعرض عنها رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وقال:يا أسماء ! إن المرأة إذا حاضت لم تصلح أن يرىٰ منها إلا هذا وأشار إلى كفه ووجهه. (مسند الشاميين للطبرانى،قتادة عن خالد بن الدريك (ح: ۲۷۳۹)/الآداب للبيهقى،باب ما تبدى المرأة إذا من زينتها عند الحاجة (ح:۵۸۹)انيس)

(۲) وفى شرح شمس الأئمة السرخسى:إذا كان الثوب رقيقًا بحيث يصف ما تحته أى لون البشرة لايحصل به ستر العورة إذ لاستر مع رؤية لون البشرة...إلخ. (الحلبى الكبير: ۲۱۴،شرائط الصلاة،الشرط الثالث،طبع سهيل اكيڈمى،لاهور)

مستورات کا باریک دوپٹے اور آستین کا کلائیوں سے اوپر ہونے کی حالت میں نماز:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ!

(۱) باریک دوپٹے جس میں بال نظر آتے ہوں، اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۲) نیز جب آستین کلائیوں سے اوپر ہوں، نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: نامعلوم)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

(۱) زنانہ کے لئے اس میں (باریک دوپٹے میں) نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے اور دوبارہ باقاعدہ واجب الاعادہ ہے، روایات حدیثیہ اور فقہیہ سے یہ ثابت ہے۔(۱)

(۲) مرد کے لئے مکروہ ہے اور عورت کے لئے مفسد ہے۔

"والدليل على الأول كراهة الصلاة علىٰ وجه الولاية، والدليل على الثانى كون اليدين عورة إلا الكفين". (۲) فقط (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۲۱۸)

عورتوں کی نماز ساڑی میں جائز ہے یا نہیں:

سوال: عورتوں کی نماز ساڑی یعنی لہنگا پہن کر درست ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر وہاں کا رواج عورتوں کے لباس کا یہی ہے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے، نماز ہو جاتی ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ ستر پورا ہونا چاہئے۔(۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲/۱۴۳) ☆

---

(۱) قال فى الهندية: بدن الحرة عورة إلا وجهها و كفيها و قدميها كذا فى المتون، وشعر المرأة ما علىٰ رأسها عورة وأما المسترسل ففيه روايتان الأصح أنه عورة كذا فى الخلاصة وهو الصحيح وبه أخذ الفقيه أبو الليث وعليه الفتوىٰ ... والثوب الرقيق الذى يصف ما تحته لا تجوز الصلاة فيه، كذا فى التبيين. (الفتاوىٰ الهندية، الفصل الأول فى الطهارة وستر العورة: ۱/۵۸)

(۲) قال ابن عابدين رحمه الله: وقيد الكراهة فى الخلاصة والمنية بأن يكون رافعاً كميه إلى المرفقين. (رد المحتار هامش الدر المختار، مطلب مكروهات الصلاة: ۱/٤۷۳)

(۳) والرابع ستر عورته ووجوبه عام ولو فى الخلوة على الصحيح إلا لغرض صحيح. (الدر المختار)
ووجوبه عام أى فى الصلوٰة وخارجها، إلخ. (رد المحتار، باب شروط الصلاة: ۱/۳۷٤، ظفير)

☆ ساڑی میں نماز:

سوال: یہاں پر خواتین میں کرتہ اور پائجامہ پہننے کا رواج نہیں ہے اور وہ لہنگا پر ساڑھی باندھ لیتی ہیں، اور کسی قسم کا کپڑا اندر استعمال نہیں ہوتا ہے۔ تو کیا اس صورت میں ان کی نماز ادا ہو جائے گی، یا پھر ان کو ساڑھی کے اندر پاجامہ یا اس قسم کا کپڑا پہننا پڑے گا؟ ==

ساڑی پہن کرنماز پڑھنا:

سوال: بہت سی عورتیں بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھتی ہیں، جب ان سے کہا جاتا ہے کہ بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں تو وہ سب کہتی ہیں کہ ساڑی پہن کر کھڑے ہوکر نماز صحیح نہیں ہوتی ہے، چونکہ عوتیں ساڑیاں ٹخنوں سے اوپر پہنتی ہیں اوران کے رکوع کرنے پر پنڈلیاں زیادہ کھل جاتی ہیں تو کیا نماز صحیح ہوجاتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

ایسی ساڑی پہن کر ہرگز نماز نہ پڑھیں، جس سے پنڈلیاں کھلی ہوں اور قیام صحیح ادا نہ ہو،(۱) فریضۂ قیام ترک کرنے سے نماز نہیں ہوگی۔(۲) **فقط و اللّٰہ سبحانہ تعالیٰ أعلم**

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔(فتاویٰ محمودیہ:۵/۵۲۳-۵۲۴)

نماز کے دوران خواتین کی ٹانگوں کا باہم ملنا:

سوال: خواتین کے ستر اور جسم کے ڈھکنے کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے، تاہم چند خواتین کے ذہن میں یہ

==

الجواب ــــــــــــــــــ حامداً و مصلیًا

اگر لہنگا اور ساڑی اس طرح ہے کہ جسم نظر نہیں آتا تو ان کی نماز ادا ہوجائے گی، اس کے اندر پاجامہ ہو یا نہ ہو، ورنہ انکشاف کی حالت میں نماز نہیں ہوگی؛ کیونکہ ستر عورت فرض ہے اور عورت کو چہرہ، دونوں ہاتھ، دونوں قدم کے سوا تمام بدن کو چھپانا نماز میں فرض ہے۔(**"الرابع ستر العورة،وهي للحرة جميع بدنها خلا الوجه والكفين والقدمين" آه.(الدر المختار، باب شروط الصلاة: ۱/٤٠٤-٤٠٥، سعيد)**

"وبدن الحرة عورة إلا وجهها وكفيها، لقوله تعالىٰ: ﴿وَلاَ يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ [سورة النور: ۳۱] قال ابن عباس رضي اللّٰه عنهما: وجهها وكفيها ".(البحر الرائق،باب شروط الصلوٰة: ۱/٤٦٩، رشيدية) فقط و اللّٰه سبحانه تعالىٰ أعلم.

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔(فتاویٰ محمودیہ:۵/۵۲۰)

(۱) قال ابن نجيم رحمه اللّٰه تعالىٰ:"وكشف ربع ساقها يمنع وكذا الشعر... لأن قليل الانكشاف عفو عندنا للضرورة ... والكثير مفسد لعدمها، فاعتبر الربع،أقيم مقام الكل احتياطاً؛لأن للربع شبهًا بالكل كما في حلق ربع الرأس، فإنه يجب به الدم كما لو حلق كله".(البحر الرائق،باب شروط الصلاة: ۱/٤٧١،رشيدية)

(۲) (من فرائضها)التي لا تصح بدونها(التحريمة وهي شرط،ومنها القيام في فرض لقادرعليه).(الدرالمختار)

"(قوله:وسنة فجرفي الأصح)أقول:لكن في الحلية عند الكلام على صلوٰة التراويح:لوصلى قاعدًا بلاعذرٍ،قيل: لايجوز قياسًا على سنة الفجر فإن كلا منهما سنة مؤكدة وسنة الفجر لاتجوز قاعدًا من غير عذر بإجماعهم".(رد المحتار،باب شروط الصلاة: ۱/٤٤٤-٤٤٥،سعيد)

خیال ہے کہ نماز کی ادائیگی کے لئے لازم ہے کہ دونوں ٹانگیں برہنہ آپس میں نہ چھوئیں، جو کہ شلوار، پاجامہ، عزارہ میں ہی ممکن ہے، پھر جو خواتین مغرب یا مشرق میں سایہ قسم کا لباس یا ساڑی پیٹی کوٹ پہنتی ہیں، ان کے لئے بروقت نماز کا کیا حکم ہے؟

هو المصوب

ساڑی و پیٹی کوٹ وغیرہ لباس جب پورے بدن کو ڈھک دے، جسم کا کوئی حصہ کھلا نہ رہے تو نماز درست ہے، بعض عورتوں کا جو خیال استفتا میں درج ہے، وہ صحیح نہیں ہے۔(۱)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۵۵/۲)

کیا قدم کھول کر عورت کی نماز نہیں ہوتی:

سوال: ''کتاب صلوٰۃ الرحمٰن'' میں لکھا ہے کہ نماز کے اندر اگر عورت کے قدم کی چوتھائی کھل جائے تو نماز نہ ہوگی، تو عورتوں کو موزے پہن کر نماز پڑھنا چاہئے؟

(۱) وبهٰذا علم أن لبس السراويل فی الصلاة ليس بواجب؛لأن الستر من أسفل ليس بلازم بل إنما يلزم من جوانبه وأعلاه ولذا قال فی منية المصلی:ومن صلی فی قميص ليس له غيره فلو نظر إنسان من تحته رأی عورته فهٰذا ليس بشیء.(البحر الرائق: ٤٦٨/١)

عن يزيد بن أبی حبيب أنه صلی اللّٰه عليه وسلم مر علٰی امرأتين تصليان فقال:''إذا سجدتما فضميا بعض اللحم إلٰی الأرض فإن المرأة فی ذلک ليست كالرجل''.(رواه أبو داؤد والبيهقی)أبو داؤد فی مراسيله :٨،من طبع الهند والسنن الكبریٰ، كتاب الصلاة،با ما يستحب للمرأة من ترک التجافی)

سنن کبریٰ میں اس مضمون کی مزید آثار مرفوع روایات مذکور ہیں اور مصنف ابن أبی شيبة، كتاب الصلاة،باب المرأة كيف تكون فی سجوده،ومصنف عبد الرزاق،باب تكبير المرأة إلخ: ١٣٧/٣ وما بعد میں بھی صحابہ وتابعین کے آثار مذکور ہیں، بیہقی نے اس کو منقطع کہا ہے کہ یزید بن ابی حبیب تابعی ہیں؛ لیکن ثقہ وفقیہ ہیں۔ (تقریب: ۶۷۰) تو یہ مرسل ہے اور مرسل فی الجملہ حجت ہے اور اس کے متابعات موجود ہیں اور ترکمانی (الجوہرۃ النقی: ۲۲۳/۲) نے ذکر کیا ہے کہ یزید کے راوی سالم بن غیلان ہیں، جو متروک ہیں؛ لیکن تقریب، ص ۱۹۵، میں ہے: ''ليس به بأس'' لہٰذا یہ روایت مقبول اور فی الجملہ حسن ہے، بظاہر اسی وجہ سے بیہقی نے اس کو منقطع کہنے کے ساتھ بعض موصول سے احسن کہا ہے۔

عن أبی إسحاق عن الحارث عن علی رضی اللّٰه تعالٰی عنه وأرضاه قال:إذا سجدت المرأة فلتحتفر ولتضم فخذيها''.(رواه ابن أبی شيبة والبيهقی)مصنف ابن أبی شيبة: ٥٠٤/٢/السنن الكبریٰ: ٢٢٧/٢ وفيه الحارث وهو مقبول فی الجملة–كما حققه صاحب الإعلاء)

حضرت علی کی اس روایت پر بیہقی نے کوئی کلام نہیں کیا ہے اس کے حضرت ابوسعید وحضرت ابن عمر کی روایات کا تذکرہ کیا ہے مگر ضعف وعدم احتجاج کے ذکر کے ساتھ اور یزید بن ابی حبیب کی روایت کا بھی ذکر کیا ہے مگر ان روایات کا مجموعہ ایک حیثیت رکھتا ہے اور بعض انفراداً بھی قابل احتجاج ہیں۔ (احکام نماز اور احادیث وآثار: ۳۴۹-۳۵۰) انیس)

الجواب

درمختار میں لکھا کہ معتمد یہ ہے کہ قدمین عورت کے عورت نہیں، اس کے کھلنے سے نماز میں خلل نہیں آتا اور یہ جو صلوٰۃ الرحمٰن میں لکھا ہے یہ بھی ایک قول ہے اور مراد اس سے باطن قدم ہے، نہ کہ ظہر قدم۔ (کذا فی الشامی: ۱/۴۲۱)(۱)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۱۴۲)

کیا عورت پاؤں ڈھانکنے کیلئے موزے پہنے:

سوال: عورت کو سارا بدن ڈھانکنا فرض ہے، سوا منھ اور دونوں ہتھیلی کے اور دونوں پاؤں کے، تو نماز میں ظہر ید و بطن رجل بھی ڈھانکنا چاہئے، اس کیلئے موزے و دستانے پہننے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب

دونوں پاؤں کے اور دونوں ہاتھوں کی ظہر و بطن نماز میں ڈھانکنا ضروری نہیں ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۱۴۳)

عورتوں کے لئے نماز کے احکام:

سوال: عورتوں کے لئے نماز کے خصوصی احکام بیان فرمائیے؟

الجواب

نماز کے احکام جو مردوں کے لئے ہیں، وہی عورتوں کے واسطے بھی ہیں، صرف چند امور میں فرق ہے:

(۱) اول یہ کہ عورتوں کو چاہئے کہ اپنا تمام بدن ایسے کپڑے سے چھپائیں کہ بدن یا بال کا رنگ معلوم نہ ہو، اگر عورتیں ایسے باریک کپڑے سے بدن چھپائیں کہ بدن یا بال کا رنگ معلوم ہو تو بدن کا چھپانا ثابت نہ ہوگا اور نماز صحیح نہ ہوگی، جس قدر کامل طور سے بدن چھپایا جائے، بہتر ہے، یہاں تک کہ ہاتھوں اور پاؤں کو بھی چھپانا بہتر ہے اور

---

(۱) وللحرة ولو خنثٰى جميع بدنها الخ خلا الوجه والكفين إلخ والقدمين على المعتمد. (الدر المختار)

أى من أقوال ثلاثة مصححة ثانيها عورة مطلقاً، ثالثها عورة خارج الصلوٰة لا فيها، أقول: ولم يتعرض لظهر القدم وفي القهستاني عن الخلاصة: اختلفت الروايات في بطن القدم، آه وظاهره أنه لاخلاف في ظاهره، ثم رأيت في مقدمة المحقق ابن الهمام المسماة بزاد الفقير قال بعد تصحيح أن انكشاف ربع القدم مانع ولو انكشف ظهر قدمها لم تفسد، إلخ، ثم نقل عن الخلاصة: أن الخلاف إنما هو في باطن القدم وأما ظاهره فليس بعورة بلاخلاف، إلخ. (رد المحتار، باب شروط الصلاة، مطلب ستر العورة: ۱/۳۷٦-۳۷۷، ظفير)

(۲) وهى أى العورة للرجل ما تحت سرته إلٰى ما تحت ركبته، إلخ، وللحرة ولو خنثٰى جميع بدنها، إلخ، خلا الوجه والكفين، إلخ، والقدمين على المعتمد. (الدر المختار علٰى هامش رد المحتار: ۱/۳۷٦)

احتیاطاً یہ چاہئے کہ تا امکان عورت اپنے دونوں قدم اور دونوں ہاتھوں کو چھپائے رکھے؛ لیکن منہ ایسا نہ چھپائے کہ نگاہ سجدہ کی جگہ پر نہ پڑے کہ سجدہ کی جگہ نظر نہ آئے۔

(۲)　دوسرے یہ کہ عورتوں کو چاہئے کہ اذان اور تکبیر نہ کہیں، عورتوں کے حق میں یہی سنت ہے کہ بغیر اذان اور تکبیر کے نماز پڑھیں۔(۱)

(۳)　تیسرے یہ کہ نماز شروع کرنے کے وقت عورتیں جب اللہ اکبر کہیں تو ہاتھوں کو کانوں تک نہ اٹھائیں؛ بلکہ دونوں کندھوں تک ہاتھوں کو اٹھائیں، زیادہ بلند نہ کریں۔(۲)

(۴)　چوتھے یہ کہ دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے نہ باندھیں، بلکہ پستان کے نیچے رکھے۔(۳)

(۵)　پانچویں یہ کہ بلند آواز سے کسی وقت کی نماز میں قرات نہ پڑھیں اور نہ تکبیر کو بلند آواز سے کہیں، یہ سب آہستہ آہستہ کہیں، کسی جگہ آواز بلند نہ کریں، سلام بھی آہستہ کہیں۔(۴)

---

(۱)　ليس على النساء أذان ولا إقامة.(السنن الكبرىٰ للبيهقي: ٦٠٠/١ (ح: ١٩٢٠) دارالكتب العلمية.انيس)

(۲)　(عن وائل بن حجر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا وائل بن حجر: إذاصليت فاجعل يديك حذاء أذنيك والمرأة تجعل يديها حذاء ثديها.(رواه الطبراني في المعجم الكبير، إعلاء السنن: ٥٦/٢،مجمع الزوائد، كتاب الصلاة،باب رفع اليدين في الصلاة،وفيه:روتها ميمونة بنت حجربن عبد الجبارعن عمتها أم يحيىٰ بنت عبد الجبار،لم أعرفها،وبقية رجاله ثقات.ولفظ:"حذوثديها"روى عن عطاء وحماد أيضاً.(مصنف ابن أبي شيبة: (٤٢١/٢) وفيه:(٤٢٢/٢)عن حفصة بنت سيرين كبرت في الصلاة وأومأت حذوثديها.

عن عبد ربه بن سليمان بن عمير قال: "رأيت أم الدرداء ترفع يديها في الصلاة حذومنكبيها"(جزء رفع اليدين للبخاري: ٧،إعلاء السنن: ١٥٧/٣)وهو في جلاء العينين تخرج جزء رفع اليدين: ٧٠-٧١،وفي إعلاء السنن:رجاله ثقات.رواه ابن أبي شيبة:(٤٢١/٢)وفيه أيضاً:عن الزهري:ترفع يديها حذومنكبيها.

عن ابن جريج قال:"قلت لعطاء:تشير المرأة بيديهابالتكبير كالرجل؟فقال:لا ترفع بذلك يديها كالرجل، وأشار فخفض يديه جدا وجمعهماإليه جداً وقال:ان للمرأة هيئة ليست للرجل".(رواه ابن أبي شيبة: ٤٢١/٢)رقم الحديث: ٢٤٩٩،انيس)

(۳)　أما في حق النساء علىٰ أن السنة لهن وضع اليدين على الصدر.(السعاية شرح الوقاية: ١٥٦/٢،انيس)

(۴)　والمرأة تخافت بالتكبير لأن صوتها عورة.(تبيين الحقائق،تكبير التشريق وقته وعدده وشروطه: ٢٢٧/١، المطبعة الأميرية بولاق.انيس)

ولا يستحب في حقها الجهر بالقراءة في الصلاة الجهرية.(البحرالرائق،آداب الصلاة: ٣٣٩/١، دار الكتاب الإسلامي.انيس)

(التسبيح للرجال والتصفيق للنساء)لأن صوتهن عورة.(شرح مسند أبي حنيفة لملا على القاري: ١٨٨/١، دارالكتب العلمية بيروت.انيس

(۶) چھٹے یہ کہ جب نماز میں بیٹھیں، خواہ سجدہ کے واسطے، خواہ التحیات پڑھنے کے لئے تو مردوں کی طرح بائیں پاؤں پر نہ بیٹھیں؛ بلکہ عورتوں کیلئے یہ حکم ہے کہ دونوں پاؤں کو دائیں طرف نکال دیں اور بائیں سرین پر بیٹھیں۔(۱)

(فتاویٰ عزیزی: ۸۰-۸۱)

مردوں اور عورتوں کی نمازوں میں فرق:

سوال: میری پھوپھی کہتی ہیں کہ عورتوں اور مردوں کی نمازیں الگ الگ ہوتی ہیں، جب کہ میری سہیلی کا کہنا ہے کہ عورتوں اور مردوں کی نماز ایک ہی طرح ہوتی ہیں؛ اس لئے وضاحت کریں کہ کون سی بات صحیح ہے؟

(شبانہ اعظمی، نارائن کھیڑ)

---

(۱) عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما أنه سئل عن صلاة المرأة فقال: "تجتمع وتحتفز". (رواه ابن أبی شيبة) مصنف ابن أبی شيبة: (۵۰۵/۲) وفيه آثار فی ذلک عن النخعی ومجاهد والحسن وهو عند عبدالرزاق: (۱۳۸/۲)

عن إبراهيم النخعی قال: "كانت تؤمر المرأة أن تضع ذراعيها وبطنها على فخذها إذا سجدت ولا تتجافٰى كما يتجافٰى الرجل. (رواه عبد الرزاق: ۱۳۸/۳ وفی مصنف ابن أبی شيبة: (۵۰۵/۲) عنه: إذا سجدت المرأة فلتلزق بطنها بفخذيها ولا ترفع عجيزتها ولا تجافٰى كما يجافٰى الرجل. أقول: سنده صحيح ورواه عبد الرزاق أيضاً (۱۳۸/۳)

عن عبد اللّٰه بن عمر رضی اللّٰه عنهما مرفوعًا "إذا سجدت المرأة فی الصلاة وضعت فخذها علٰى فخذها الأخرٰى فإذا سجدت ألصقت بطنها علٰى فخذها كأستر ما يكون لها". (رواه البيهقی فی السنن) السنن الكبرٰى، كتاب الصلاة، باب ما يستحب للمرأة من ترک التجافی، مصنف ابن أبی شيبة، كتاب الصلاة، باب فی المرأة كيف تجلس فی الصلاة، میں کئی آثار ذکر کئے گئے ہیں، اس روایت کو بیہقی نے ضعیف کہا ہے؛ کیونکہ اس کا مدار ابو مطیع بلخی ہے، جن کو ضعیف شمار کیا گیا ہے، (لسان الميزان: ۳۳٤/۲، ميزان الإعتدال: ۲۱۸/۱، كامل ابن عدی: ٦۳۱/۲، مگر عقیلی نے کہا ہے: "كان مرجئاً صالحاً فی الحديث إلا أن أهل السنة أمسكوا عن الرواية عنه" (نقله عنه الحافظ فی لسان الميزان: ۳۳۵/۲) ظاہر ہے کہ عقیلی کے اس بیان کی روشنی میں یہ قابل قبول ہیں۔

عن ابن عمر رضی اللّٰه عنهما أنه سئل كيف كان النساء يصلين علٰى عهد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم؟ قال: "كن يتربعن ثم أمرن أن يحتفزن. (جامع مسانيد الإمام الأعظم) جامع المسانيد، أبواب الصلاة، الفصل الخامس فی هيئة الصلاة، رواه الإمام عن نافع ابن عمر، أخرجه أبو محمد البخاری والقاضی عمر بن الحسن الاشنالی، وابن خسرو باسانيدهم إلى الإمام.

مصنف ابن ابی شیبہ و مصنف عبد الرزاق میں مذکور آثار بالخصوص ابن عمر رضی اللہ عنہما کے گھر کی عورتوں کے معمولات اس کے مؤید ہیں، ان آثار کے رواۃ مضبوط ہیں اور ان آثار میں عموماً یہ آیا ہے کہ عورتیں تربعاً (پالتی مار کر) بیٹھا کرتی تھیں اور اسی طرح بیٹھنے کی بات تھی، اگر چہ کچھ وسعت کی شکلیں بھی مذکور ہیں، عطاء ابن ابی رباح سے منقول ہے کہ جہاں تک ہو سکے سمٹ کر بیٹھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۸/۲)

البتہ ایک بات یہ بھی ہے کہ تربع کا معروف مفہوم اگر چہ چہار زانوں اور پالتی مارنے کا ہے، مگر اس کا ایک مفہوم تورک (کولہے پر بیٹھنا) بھی ذکر کیا گیا ہے، اس لئے تربع فی الجملہ تورک کے معنیٰ میں ہے، اگر چہ بعض جگہ فرق کرنا ہوگا، حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ (شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور) نے اپنے ایک مکتوب میں اس بابت تفصیلی گفتگو فرمائی ہے اور اس میں یہ توضیح اور تفصیل نقل کی ہے اور مزید گفتگو بھی ہے۔ (ملاحظہ ہو: الیواقیت الغالیہ-۷۹/۱-۹۰ ومابعد) (احکام نماز اور احادیث وآثار: ۵۰-۵۱، انیس)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ

آپ کی پھوپھی کی بات درست ہے، عورتوں اور مردوں کی نماز میں بعض احکام میں فرق ہے، عورتوں کے لئے ایسی کیفیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے، جس میں ستر کی رعایت زیادہ ہو اور جسم نمایاں نہ ہو، اس سلسلہ میں فقہا نے درج ذیل احکام میں فرق ذکر کیا ہے:

(الف) مرد تکبیر تحریمہ میں کانوں تک ہاتھ اٹھائیں گے، عورتیں مونڈھے تک ہاتھ اٹھائیں گی۔(۱)

(ب) مرد اپنے ہاتھ ناف کے نیچے باندھیں گے، بعض فقہا کے نزدیک سینہ پر باندھیں گے، چونکہ روایتوں میں اس کی متعدد کیفیت منقول ہے؛ اس لئے صرف افضل کم افضل کا اختلاف ہے؛ لیکن ان میں سے کسی بھی کیفیت پر ہاتھ باندھا جاسکتا ہے، لہٰذا عورتوں کے بارے میں قریب قریب اس پر اتفاق ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھیں گی۔

"و المرأة تضعهما على ثديها". (۲)

(ج) سجدہ کی حالت میں خواتین اپنے ہاتھ کو زمین پر بچھا کر رکھیں گی، اپنے پیٹ ران سے ملا کر رکھیں گی اور اس طرح سجدہ میں جائیں گی کہ ان کے کولھے ان کے پاؤں پر ہوں، اٹھے ہوئے نہ ہوں۔

"تقعد على رجليها و في السجدة تفترش بطنيها على فخذها". (۳)

(د) قعدہ کی حالت میں خواتین بائیں کولھے پر بیٹھیں گی اور پاؤں دائیں پہلو سے نکالیں گی۔

مرد و عورت کی نماز میں یہ فرق صرف فقہا کا قیاس و اجتہاد نہیں؛ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور حضراتِ صحابہ کے فرمودات میں بھی اس کا ذکر موجود ہے، راقم الحروف نے اپنی کتاب "راہِ اعتدال" میں اس سلسلہ میں دلائل جمع کر دیئے ہیں، تفصیل کے لئے کتاب مذکور سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔ (کتاب الفتاویٰ:۳/۱۱۹-۱۲۰)

عورت اور مرد کی نماز میں فرق:

سوال: جناب مفتی صاحب　　جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی

عرض یہ کہ لڑکی دیوبندی حنفی فقہ سے تعلق رکھتی ہے، شادی اہل حدیث کے لڑکے سے ہوئی ہے، لڑکی کا شوہر لڑکی سے کہتا ہے کہ مردوں کی طرح نماز پڑھو گی، جیسا کہ مسلک اہل حدیث میں ہوتا ہے تو اب مسئلہ یہ ہے کہ لڑکی کا اہل حدیث کے طریقے سے نماز پڑھنے میں گناہ نہیں ہوگا؟ اور اگر لڑکی منع کرتی ہے تو شوہر کے حکم کا کیا کرے؟

(سائل: عبداللہ)

(۱-۲) الفتاوى الهندية: ۷۳/۱ (الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة و آدابها و كيفيتها، انيس)

(۳) الفتاوى الهندية: ۷۵/۱ (الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الثالث في سنن الصلاة و آدابها و كيفيتها، انيس)

الجواب ـــــــــــــــــــ باسمہ تعالیٰ

عورت کا نماز کے مسائل میں ستر کا زیادہ اہتمام کرنا اور سمٹ کر نماز ادا کرنا صرف مسلک دیوبندی یا صرف مذہب حنفی کا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ تمام اہل سنت والجماعت اور ائمہ اربعہ کا متفقہ فیصلہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں کس طرح نماز پڑھتی تھیں؟ فرمایا: پہلے چوکڑی مار کر بیٹھتی تھیں، پھر انھیں حکم دیا کہ خوب سمٹ کر نماز پڑھا کریں۔(۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت نماز میں ایک ران دوسری ران پر ملا کر بیٹھتی ہے اور سجدہ کرتے وقت اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملا لیتی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ساتھ) اپنے پردے کا بھی خوب اہتمام کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ کر فرماتے ہیں اے فرشتو! گواہ رہو کہ میں نے اس عورت کو بخش دیا۔(۲)

رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو عورتوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر فرمایا: جب سجدہ کرو تو اپنے جسم کے بعض حصوں کو بعض سے ملا کر زمین کے ساتھ چمٹا دو، بیشک عورت اس میں مرد کی مانند نہیں ہے۔(۳)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے نماز کا طریقہ سکھایا یا فرمایا کہ اے ابن حجر! جب تم نماز شروع کرو تو اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت کو بتادینا کہ وہ اپنے ہاتھ چھاتیوں تک اٹھائے۔(۴)

حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں کہ تمام اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ عورتوں کے لئے سنت یہی ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھیں۔(۵)

(۱) جامع مسانيد الإمام الأعظم أبي حنيفة،الباب الخامس في الصلاة : ۱/ ٤٠٠،ط:دائرة المعارف (كيف كن النساء يصلين على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ؟كن يتربعن ثم أمرن أن يحتفزن.(مسند الإمام أبي حنيفة رواية الحصكفي،رقم الحديث:۳۷،انیس)

(۲) السنن الكبرىٰ لأبي بكر بن أحمد البيهقي،كتاب الصلاة،باب ما ينبغي للمرأة من ترك التجافي في الركوع والسجود:۲/۲۲۳،ط:نشر السنة ملتان

(۳) مراسيل أبي داؤد في آخر سنن أبي داؤد للإمام أبي داؤد سليمابن الأشعث السجستاني:۸،ط:مير محمد كتب خانة/ السنن الكبرىٰ للبيهقي،كتاب الصلاة،باب ما يستحب للمرأة من ترك التجافي...... الخ: ۲/۲۲۳،ط:نشر السنة،ملتان

(۴) مجمع الزوائد لنور الدين علي بن أبي بكر،باب رفع اليدين في الصلاة: ۲/۲۲۲.ط:دار الكتب العلمية،بيروت (المعجم الكبير للطبراني،أم يحيٰ بنت عبدالجبار بن وائل بن حجر (ح:۲۸)انیس)

(۵) السعاية في كشف ما في شرح الوقاية للشيخ عبد الحيي اللكنوي،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة: ۲/۱۵٦،سہیل اکیڈمی لاہور

پس آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدسہ ومطہرہ بیویوں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکباز بیٹیوں یا عشرۂ مبشرہ میں سے کسی ایک صحابی کی بیوی، بیٹی یا کسی اور رشتہ دار عورت سے ہرگز ثابت نہیں کہ وہ احادیث مذکورہ کے خلاف مردوں کی طرح نماز پڑھتی ہوں؛ بلکہ پورے تیئیس سالہ دورِ نبوت میں کسی ایک بھی صحیح سند سے کسی ایک بھی صحابیہ سے مردوں کی طرح نماز پڑھنا ثابت نہیں، اس کے بعد دورِ خلافت راشدہ میں اور پورے دورِ صحابہ میں خلیفہ راشد حضرت علیؓ مدینہ منورہ اور کوفہ میں اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ مکہ مکرمہ میں عورتوں کو نماز کا یہی طریقہ سکھاتے رہے کہ وہ خوب سمٹ کر اکٹھی ہو کر نماز پڑھیں۔ (دیکھئے امام بخاریؒ کے استاذ امام ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی مشہور کتاب ''المصنف'') (۱)

(۱) المصنف لابن أبی شیبة الکوفی، باب فی المرأة کیف تکون فی سجودها: ۲۷۰/۱، ط: إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراتشی)

(عن یزید بن أبی حبیب أنه صلی اللّٰه علیه وسلم مرعلٰی امرأتین تصلیان فقال: ''إذا سجدتما فضمیا بعض اللحم إلٰی الأرض فإن المرأة فی ذلک لیست کالرجل''. (رواه أبوداؤد والبیهقی) أبوداؤد فی مراسیله: ۸ (من طبع الهند) / والسنن الکبرٰی، کتاب الصلاة (با ما یستحب للمرأة من ترک التجافی)

سنن کبریٰ میں اس مضمون کی مزید آثار مرفوع روایات مذکور ہیں اور مصنف ابن أبی شیبة، کتاب الصلاة، باب المرأة کیف تکون فی سجوده، ومصنف عبد الرزاق، باب تکبیر المرأة، إلخ (۱۳۷/۳) وما بعد. میں بھی صحابہ وتابعین کے آثار مذکور ہیں۔ بیہقی نے اس کو منقطع کہا ہے کہ یزید بن ابی حبیب تابعی ہیں لیکن ثقہ وفقیہ ہیں (تقریب ص ۶۷۰) تو یہ مرسل ہے اور مرسل فی الجملہ حجت ہے اور اس کے متابعات موجود ہیں اور ترکمانی (الجوہرۃ النقی: ۲۲۳/۲) نے ذکر کیا ہے کہ یزید کے راوی سالم بن غیلان ہیں، جو متروک ہیں؛ لیکن (تقریب، ص ۱۹۵) میں ہے: ''لیس به بأس'' لہٰذا یہ روایت مقبول اور فی الجملہ حسن ہے، بظاہر اسی وجہ سے بیہقی نے اس کو منقطع کہنے کے ساتھ بعض موصول سے احسن کہا ہے۔

عن أبی إسحاق عن الحارث عن علی رضی اللّٰه تعالٰی عنه وأرضاه قال: إذا سجدت المرأة فلتحتفر ولتضم فخذیها''. (رواه ابن أبی شیبة والبیهقی) مصنف ابن أبی شیبة (۵۰٤/۲) السنن الکبرٰی (۲۲۷/۲) وفیه الحارث وهو مقبول فی الجملة– کما حققه صاحب الإعلاء.

حضرت علی کی اس روایت پر بیہقی نے کوئی کلام نہیں کیا ہے اس کے بعد حضرت ابوسعید وحضرت ابن عمر کی روایات کا تذکرہ کیا ہے مگر ضعف وعدم احتجاج کے ذکر کے ساتھ اور یزید بن ابی حبیب کی روایت کا بھی ذکر کیا ہے مگر ان روایات کا مجموعہ ایک حیثیت رکھتا ہے اور بعض انفراداً بھی قابل احتجاج ہیں۔

(عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما أنه سئل عن صلاة المرأة فقال: ''تجتمع وتحتفز''. (رواه ابن أبی شیبة) مصنف ابن أبی شیبة (۵۰۵/۲) وفیه آثار فی ذلک عن النخعی ومجاهد والحسن وهو عند عبدالرزاق (۱۳۸/۲)

عن إبراهیم النخعی قال: ''کانت تؤمر المرأة أن تضع ذراعیها وبطنها علی فخذها إذا سجدت ولا تتجافٰی کما یتجافٰی الرجل''. (رواه عبد الرزاق: ۱۳۸/۳. وفی مصنف ابن أبی شیبة (۵۰۵/۲) عنه: إذا سجدت المرأة فلتلزق بطنها بفخذیها ولا ترفع عجیزتها ولا تجافٰی کما یجافٰی الرجل. أقول: سنده صحیح ورواه عبد الرزاق أیضاً (۱۳۸/۳) (احکام نماز اور احادیث وآثار: ۳۴۹-۳۵۰) انیس)

پورے دورِ صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ آتا ہے، اس زمانہ میں بھی مکہ مکرمہ میں؛ حضرت مجاہد بصرہ میں اور کوفہ میں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ برملا یہی فتویٰ دیتے رہے کہ عورت کا نماز میں بیٹھنا اور سجدہ کرنا مرد کی طرح نہیں ہے، تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں ایک آواز بھی اس کے خلاف نہیں اٹھی اور حدیث پاک کی کسی بھی کتاب میں کسی تابعی یا تبع تابعین کا فتویٰ بھی ایسا نظر سے نہیں گزرا، جس نے کسی عورت کو مجبور کیا ہو کہ وہ مردوں کی طرح نماز پڑھے، یہی وہ زمانہ ہے، جس میں چاروں اماموں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے طریقوں کو فقہ اسلامی کی شکل میں ترتیب وتدوین فرمایا۔

چاروں ائمہ کی فقہ کا اس پر اتفاق ہے کہ عورت سمٹ کر سجدہ کرے، چنانچہ غیر مقلدین کے امام مولانا عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی (جو بانیٔ جامعہ ابی بکر گلشن اقبال کراچی کے دادا ہیں) اپنے فتاویٰ میں حدیث نقل کرکے (جو میں نے کنز العمال کے حوالہ سے نقل کی ہے) فرماتے ہیں اور اسی پر تعامل اہل سنت مذاہب اربعہ وغیرہ سے چلا آیا ہے۔

اس کے بعد حافظ ابن القیم حنبلی رحمہ اللہ کی زاد المعاد، فقہ حنفی سے ہدایہ اور شرح وقایہ، ابن ابی زید مالکی کی کتاب رسالہ فقہ مذہب مالک، شافعیوں کی کتاب منہاج نووی اور نہایہ المحتاج للرملی اور حنبلیوں کی کتاب شرح اقناع سے یہی نقل کیا ہے کہ عورت سمٹ کر بیٹھے اور سجدہ کرے اور آخر میں لکھتے ہیں:

''غرض کہ عورتوں کا انضمام (اکٹھی ہوکر) وانخفاض (سمٹ اور چمٹ کر) نماز میں احادیث وتعامل جمہور اہل علم از مذاہب اربعہ وغیرہم سے ثابت ہے، اس کا منکر (انکار کرنے والا) کتبِ احادیث اور تعامل اہل علم سے بے خبر ہے''۔ (حررہ عبد الجبار بن عبداللہ الغزنوی)(۱)

الغرض عورتوں کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے سے لے کر آج تک امت میں متفق علیہ اور عملاً متواتر ہے اس عملی تواتر کے خلاف غیر مقلدین نہ کوئی آیت قرآنی پیش کرتے ہیں نہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہ کسی خلیفہ راشد کا فتویٰ، صرف یہ کہتے ہیں کہ ام درداءؓ نماز میں مرد کی طرح بیٹھتی تھیں۔

اول: اس روایت کی سند میں کلام ہے۔

دوم: علمائے اسماء الرجال میں یہ اختلاف ہے کہ یہ ام درداء صحابیہ تھیں، یا تابعیہ۔

سوم: پھر ان کے پاس بھی اس کے ثبوت میں نہ کوئی آیت قرآنی تھی، نہ کوئی حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، نہ کسی خلیفہ راشد کا فتویٰ، صرف یہ کہ، إنهـا فـقيهة، یہ ان کی قیاسی رائے تھی، جس پر عمل کرنے کی انہوں نے کبھی کسی دوسری عورت کو دعوت نہیں دی۔

(۱) فتاویٰ علماء اہل حدیث: ۳/۱۴۹، بحوالہ فتاویٰ غزنویہ: ۲۷-۲۸، مکتبۃ سعیدیہ خانیوال

چہارم: اگر یہ سنداً صحیح بھی ہوتی تو عملی تواتر کے خلاف اس رائے کی پوزیشن ایسی ہی ہے، جیسے قرآن کے خلاف کوئی شاذ قرأت، کوئی مسلمان بھی کسی شاذ قرأت کے لئے متواتر قرآن پاک کی تلاوت نہیں چھوڑتا، نہ ہی کسی دوسرے مسلمان کو ایسی دعوت دیتا ہے۔

اس لئے اس غیر مقلد کا اپنی بیوی کو اس پر مجبور کرنا کہ وہ کتب حدیث اور چاروں مذاہب کی کتب فقہ اور امت کے عملی تواتر کے خلاف نماز پڑھے، یقیناً گناہ ہے۔(۱)

---

(۱) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شریعت اور اس کے احکام کا مکلّف ہونے میں مرد عورت کا کوئی فرق نہیں ہے کہ دونوں انسان ہیں؛ اس لئے جیسے مرد مکلّف ہے، عورت بھی ہے؛ لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قدرت نے مرد وعورت میں صنفی فرق رکھا ہے، جس کی وجہ سے دونوں کی صلاحیتوں وحالات میں فطری فرق پایا جاتا ہے اور اسی فرق کی وجہ سے احکام کا فرق کئی جگہ اور کئی قسم کا ہے، جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

دونوں کے درمیان احکام کا فرق عبادات میں بھی رکھا گیا ہے، حج میں، روزے میں، کچھ سہی، مگر فرق آیا ہے اور یہ فرق سب سے زیادہ نماز کے مسائل میں ہے؛ کیوں کہ نماز کے مسائل واحکام کا پھیلاؤ بھی زیادہ ہے، نماز کے مسائل احکام میں فرق وتفصیل سے کوئی انکار نہیں کرسکتا، نہ مذاہب اربعہ کے ماننے والے اور نہ ہی دوسرے حضرات۔ اس لئے یہ کہنا کہ مرد وعورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے، درست نہیں ہے۔ بعض چیزیں تو متفق علیہ ہیں اور صحیح احادیث میں مذکور ومعروف ہیں، ان میں ہے:

عورت نماز جمعہ کی مکلّف نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو حدیث: ۳۷۱-۳۷۲) عورت کے لئے مسجد کے مقابلے میں گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ (ملاحظہ ہو حدیث: ۵۱۲-۵۱۳) جماعت میں شریک ہونے کی صورت میں عورتوں کی صف اخیر میں رہتی ہے اور عورتوں کی آخری صف کو بہتر بتایا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو حدیث: ۵۸۶) نماز میں اگر کسی چیز کی طرف کسی کو توجہ دلانی ہو تو مرد کو حکم ہے سبحان اللہ کہے اور عورتوں کو حکم ہے کہ ہاتھوں سے آواز کریں زبان سے آواز نہ کریں۔ (ملاحظہ ہو حدیث: ۵۲۶)

اسی طرح کچھ فرق از تحریمہ تا سلام اعمال نماز میں بھی بعض چیزوں کا رکھا گیا ہے اور جس کو- فی الجملہ- چاروں اماموں، ان کے متبعین نے (ملاحظہ ہو: "**الفقه الإسلامي و أدلته**": ۲/۹۱۵-۹۳۹) نیز دوسرے علماء نے بھی تسلیم کیا ہے۔

دوسرے علما میں، مولانا وحید الزماں صاحب حیدر آبادی، مفتی ابو القاسم بنارسی، مولانا عبد الجبار غزنوی وغیرہ ہیں۔ (ملاحظہ ہو: "**نزل الأبرار**": ۱/۸۵، مع حاشیہ، فتاویٰ غزنویہ: ۲۷-۲۸، فتاویٰ علماء اہل حدیث: ۳/۴۹)

بلکہ اہل حدیث کانفرنس کی مجلس شوریٰ نے بالاتفاق منظوری سے اس قسم کی چیزوں کی اشاعت کی ہے۔ (رسالہ تعلیم الصلاۃ، شائع کردہ دفتر اہل حدیث کانفرنس دہلی، بازار بلیماران، اس کے ص: ۱۴ پر سجدہ میں فرق کا تذکرہ کیا گیا ہے۔)

سعودیہ کے ممتاز عالم شیخ صالح فوزان نے "**تنبيهات علىٰ أحكام تختص بالمؤمنات**" (خواتین کے مخصوص مسائل) کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، جس میں انہوں نے عورتوں کے احکام ومسائل کا تذکرہ کیا ہے اور نماز کے مسائل کو کافی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے (خواتین کے مخصوص مسائل، از ص، ۷۵-۹۴) اور سجدہ کی خصوصی کیفیت کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ (خواتین کے مخصوص مسائل: ۷۵-۸۰) صحیح بخاری (**كتاب الصلاة، باب سنة الجلوس فى التشهد**) میں روایت آئی ہے: **كانت أم الدرداء تجلس فى صلاتها جلسة الرجل و كانت فقيهة.**

جو لوگ فرق کے قائل نہیں ہیں یہ ان کا اہم مستدل ہے کہ صحیح بخاری میں ہے اور ام درداء سے ہے جو صحابیہ ہیں۔

ا۔ لیکن آگے کی تفصیل سے واضح ہے کہ فرق ہے اور بابت مرفوع وموقوف ہر قسم کی روایات موجود ہیں۔ ==

روافض نے متواتر قرآن سے لوگوں کو بدظن کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے اوران حضرات نے متواتر نماز کے خلاف وسوسے پھیلانے کی مہم شروع کررکھی ہے، اللہ تعالیٰ ہی اپنے دین کا محافظ ہے۔

اس خاتون کواس مسئلہ میں خاوند کی بات نہیں ماننی چاہئے، ورنہ وہ بھی گناہ گار ہوگی، دیکھئے اگر خاوند کل کو اسے یہ کہے کہ مرد عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں، جس طرح میں ننگے سر نماز پڑھتا ہوں، تم بھی ننگے سر نماز پڑھا کرو، جس طرح میری کہنیاں ننگی ہوں تو میری نماز جائز ہے، اسی طرح تو بھی کہنیاں ننگی کرکے نماز پڑھا کر جس طرح میں آدھی پنڈلی نماز میں ننگی رکھتا ہوں تو بھی نماز میں آدھی پنڈلی ننگی رکھا کر وتو کیا وہ اس پر بھی عمل کرے گی، اسی طرح اگر وہ اسے مجبور کرے کہ وہ صرف ایک کپڑے میں ہی نماز پڑھا کرے، یہ بھی حدیث میں ہے تو وہ کیا کرے گی؟

بلاشبہ ہمیں قرآن وحدیث پر عمل کا پابند بنایا گیا ہے؛ لیکن جب قرآن وسنت کے فہم اور سمجھ میں اختلاف ہو تو ہمیں فقہا کے فہم پر اعتماد کرنے کا حکم ہے، آیت کریمہ: ﴿لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ﴾ (۱) اور حدیث پاک: ﴿ورب حامل

==

۲- یہ ان سب کی نسبت سے ایک تنہا ومنفرد (چیز) ہے، لہٰذا مرجوح ہوگی۔

۳- پھر یہ کہ یہ ام درداء صغریٰ ہیں جو صحابیہ نہیں، بلکہ تابعیہ ہیں اور راوی مکحول ہیں، ظاہر ہے کہ صحابی کے مقابلہ میں کسی تابعی کی اور اکابر ومعتمد تابعین کے مقابلہ میں دوسرے کی ترجیح نہیں۔

اس بابت تفصیل کے لئے مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور کی تفصیلی تحریر دیکھی جائے، جو ان کے مجموعہ مکاتیب ''الیواقیت الغالیہ'' میں شامل ہے۔

یہ فرق جس کے ائمہ اربعہ وغیرہ اور بالخصوص حنفیہ قائل ہیں، معتبر روایات، احادیث وآثار صحابہ سے ثابت ہے اور اس بابت معروف تابعی فقیہ وامام حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ جملہ معروف ہے:

''(نماز میں) عورت کے لئے کچھ ایسی کیفیت ہے جو مرد کے لئے نہیں ہے''۔(عطاء بن أبی رباح قال:"ان للمرأة هيئة ليس للرجل" (رواه ابن أبی شيبة) كتاب الصلاة ، باب فی المرأة إذا افتتحت الصلاة.(۴۲۱/۲)رواه عن ابن جريج عن عطاء -محمدبن بكروهو من رجال الجماعة–ورواه عبد الرزاق (۱۳۷/۲)رواه عن ابن جريج)(ابن ابی شیبہ وعبدالرزاق)

بلکہ اس قسم کا مضمون بعض روایات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منقول ہے۔(ملاحظہ حدیث: ۵۰۳)

امام بیہقی نے اپنی سنن میں اس قسم کی روایات کو ذکر کرنے سے پہلے فرمایا ہے:

نماز کے احکام میں عورت ومرد کا جو فرق ہے وہ مجموعی واجمالی طور پر ستر (پردہ) کی طرف راجع ہے کہ عورت ان چیزوں کی مامور ہے جو اس کے لئے زیادہ سے زیادہ ساتر (پردہ والی) ہوں، چنانچہ آگے آنے والے ابواب اس کی وضاحت کرتے ہیں۔(السنن الكبریٰ (۲۲۲/۲)و لفظه:وجماع ما يفارق المرأة فيه الرجل من أحكام الصلاة راجع إلٰى الستروهو أنها مامورة بكل ما كان أسترلها و الأبواب التی تلی هٰذه تكشف عن معناه وتفصيله.)

حنفیہ کے نزدیک مرد وعورت کی نماز میں کیا فرق ہے؟ بعض حضرات نے ۳۰ رتک لکھا ہے۔(ملاحظہ ہو! عمدۃ الفقہ مولانا حسین نقشبندی (احکام نماز اور احادیث وآثار: ۳۴۵-۳۴۷، انیس)

(۱) سورة التوبة: ۱۲۲، انیس

فقـه ...إلـخ﴾ (۱) میں اسی طرف اشارہ ہے اوراس مسئلہ میں حدیث کی روشنی میں تمام فقہا متفق ہیں کہ عورت سمٹ کر بیٹھے اور سمٹ کر سجدہ کرے، امام سفیان بن عیینہ محدث حرم فرمایا کرتے تھے:"التسليم للفقهاء سلامة في الدين"(۲) "یعنی دین کی سلامتی کے لئے فقہا کی رہنمائی ضروری ہے"۔

کتبہ: محمد امین صفدر اوکاڑوی (بینات۔ جمادی الأخریٰ ۱۴۱۱ھ) (فتاویٰ بینات:۲/۳۱۶-۳۲۰)

مرد اور عورت کی نماز میں کہاں کہاں فرق ہے:

سوال: بعض عورتیں مردوں کی طرح رکوع وسجدہ وقعدہ کرتی ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ امید ہے کہ وضاحت کیساتھ جواب مرحمت فرمائیں گے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جوعورتیں مردوں کی طرح رکوع، سجدہ، قعدہ کرتی ہیں یہ غلط ہے، مرد وعورت کی نماز میں چند چیزوں کے اندر فرق ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) تکبیر تحریمہ کے وقت مرد کانوں تک ہاتھ اٹھائیں، عورتیں صرف کندھوں تک۔

کنز الدقائق میں ہے:

وإذاأراد الدخول في الصلاة كبرورفع يديه حذاء أذنيه. (الكنزمع البحر: ۱/۳۰۵)(۳)

مراقی الفلاح میں ہے:

(إذاأراد الرجل الدخول في الصلاة)أي صلاة كانت(أخرج كفيه من كميه)بخلاف المرأة ... (ثم رفعهما حذاء أذنيه)حتىٰ يحاذي بإبهاميه شحمتي أذنيه ... ولايفرج أصابعه،ولايضمها وإذا كان به عذريرفع بقدرالإمكان والمرأة الحرة حذومنكبيها. (مراقي الفلاح مع طحطاوي: ۱۵۲)(۴)

(۲) مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں اوراس کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے گٹے پر اس طرح رکھے کہ دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کا گٹا پکڑے اور بقیہ تین انگلیاں بائیں

---

(۱) مسند الإمام أحمدبن حنبل،حديث زيد بن ثابت عن النبي صلى الله عليه و سلم: ۳۵/٤٦٧،رقم الحديث: ۲۱۵۹۰،مؤسسة الرسالة،انيس

(۲) تاريخ بغداد لخطيب أبي بكر أحمد بن علي البغدادي : ۲ / ۸۲ ، ط:دار الكتاب العربي،بيروت (باب الباء ذكر من اسمه بشر،نمبر: ۳٤٥،بشربن الوليدبن خالد،أبوالوليد الكندي ، انيس)

(۳) كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،فصل،انيس

(۴) كتاب الصلاة،فصل في كيفية ترتيب أفعال الصلاة،انيس

ہاتھ کی کلائی پر رکھے اور بائیں ہاتھ کی تمام انگلیاں دائیں ہاتھ کی کلائی کے نیچے رکھے نیچے کی طرف لٹکی ہوئی نہ رہیں اور عورت سینہ پر ہاتھ رکھے اس طرح کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھ دے حلقہ نہ بنائے۔

درمختار میں ہے:

(ووضع)الرجل (یمینه علٰی یساره تحت سرته آخذارسغها بخنصره وإبهامه) هوالمختار وتضع المرأة والخنثٰی الکف علی الکف تحت ثدیها. (الدرالمختارمع الشامی: ۱/۴۵۴)(۱)

(۳)　رکوع کا فرق، مرد رکوع میں اتنا جھکے کہ سر پیٹھ اور سرین برابر ہوجائیں اور عورت تھوڑا سا جھکے؛ یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہونچ جائیں پیٹھ سیدھی نہ کرے۔

(۴)　مرد گھٹنے پر انگلیاں کھلی رکھے اور ہاتھ پر زور دیتے ہوئے مضبوطی کے ساتھ گھٹنوں کو پکڑے اور عورت اپنی انگلیاں ملا کر گھٹنوں پر رکھ دے اور ہاتھ پر زور نہ دے اور پاؤں قدرے جھکے ہوئے رکھے، مردوں کی طرح خوب سیدھے نہ کرے، مرد اپنے بازو کو پہلو سے الگ رکھے اور کھل کر رکوع کرے اور عورت اپنے بازو کو پہلو سے خوب ملائے اور دونوں پاؤں کے ٹخنے ملادیوے اور جتنا ہو سکے سکڑ کر رکوع کرے۔

درمختار میں ہے:

ثم یکبرللرکوع ... (ویضع یدیه)معتمداً بهما (علٰی رکبتیه ویفرج أصابعه) للتمکن ویسن أن یلصق کعبیه وینصب ساقیه (ویبسط ظهره)ویسوی ظهره بعجزه (غیررافع ولا منکس رأسه.

شامی میں ہے:

قال فی المعراج وفی المجتبی:هٰذاکله فی حق الرجل،أما المرأة فتنحنی فی الرکوع یسیراً ولاتفرج،ولکن تضم وتضع یدیها علٰی رکبتیها وضعًا،وتحنی رکبتیهاولاتجافی عضدیها؛لأن ذلک أیسرلها. (الدرمختاروردالمحتار: ۱/ ۴۶۰-۴۶۱)(۲)

(۵)　سجدہ کا فرق:　مرد سجدہ کی حالت میں پیٹ کو رانوں سے، بازو کو بغل سے جدا رکھے اور کہنیاں اور کلائی زمین سے علیحدہ (اٹھی ہوئی) رکھے اور عورتیں پیٹ رانوں سے اور بازؤوں کو بغل سے ملا ہوا رکھیں اور کہنیاں اور کلائیاں زمین پر بچھا کر سجدہ کریں، نیز مرد سجدہ میں دونوں پاؤں کھڑے رکھ کر انگلیاں قبلہ رخ رکھے عورتیں پاؤں کھڑا نہ کریں، بلکہ دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دیں اور خوب سمٹ کر سجدہ کریں اور دونوں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر قبلہ رخ رکھیں۔

---

(۱)　کتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،فصل فی بیان تالیف الصلاة،انیس

(۲)　کتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،مطلب:قراء ة البسملة بین الفاتحة والسورة حسن،انیس

کنز الدقائق میں ہے:

وأبدى ضبعيه وجافى بطنه عن فخذيه ووجه أصابع رجليه نحو القبلة وسبح فيه ثلاثًا و المرأة تنخفض وتلزق بطنها بفخذيها(وقوله والمرأة تنخفض وتلزق بطنها بفخذيها)لأنه أستر لها فإنها عورة مستورة،ويدل عليه مارواه أبوداؤد في مراسيله:أنه عليه الصلوٰة والسلام مرعلى امرأتين تصليان فقال:إذا سجدتما فضميا بعض اللحم إلى الأرض فإن المرأة ليست في ذلك كالرجل. (البحر الرائق: ۱/ ۳۲۰-۳۲۱)(۱)

ويزاد على العشرة أنها لاتنصب أصابع القدمين. (البحر الرائق: ۱/ ۳۲۱)

(۲) جلسہ وقعدہ کا فرق: مرد جلسہ وقعدہ میں اپنا داہنا پیر کھڑا کرکے اس کی انگلیاں قبلہ رخ کرے اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جاوے،دونوں ہاتھ زانوں پر اس طرح رکھے کہ انگلیاں قبلہ رخ رہیں، نیچے کی طرف نہ ہوجائیں اور عورتیں اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف نکال کر بائیں سرین پر بیٹھیں۔

وإذا فرغ من سجدتي الركعة الثانية افترش رجله اليسرى فجلس عليها ونصب يمناه و وجه أصابعه نحو القبلة ووضع يديه على فخذيه وبسط أصابعه وهي تتورك. (كنز الدقائق مع البحر: ۱/ ۳۲۳)(۲)

البحر الرائق میں ہے:

وذكر الشارح أن المرأة تخالف الرجل في عشر خصال:ترفع يديها إلىٰ منكبيها،وتضع يمينها على شمالها تحت ثدييها ولا تجافي بطنها عن فخذيها،وتضع يديها على فخذيها تبلغ رؤوس أصابعها ركبتيها،ولاتفتح إبطيها في السجود،وتجلس متوركة في التشهد،ولا تفرج أصابعها في الركوع،ولا تؤم الرجال،وتكره جماعتهن،وتقوم الإمام وسطهن آهـ.ويزاد على العشر أنها لاتنصب أصابع القدمين كماذكره في المجتبىٰ ولا يستحب في حقها الإسفار بالفجر كما قدمنا في محله،ولايستحب في حقها الجهر بالقرأة في الصلاة الجهرية بل قدمناه في شروط الصلاة إنه لوقيل بالفساد إذاجهرت لأمكن على القول بأن صوتها عورة والتتبع يقتضىٰ أكثر من هذا فالأحسن عدم الحصر. (البحر الرائق: ۱/ ۳۲۱)(۳)

نوٹ: عورتیں مسنون طریقہ کے مطابق سجدہ کرسکیں اس کے لئے مناسب صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ رکوع سے سجدہ میں جاتے ہوئے زمین کا سہارا لے کر اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دیں اور فوراً سجدہ کریں،عورتوں میں سجدہ کا یہی طریقہ چلا آرہا ہے،مسنون طریقہ کے مطابق سجدہ کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کرنا معین ہے،لہٰذا اسے بدعت نہیں کہا جاسکتا۔فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ: ۷/ ۲۲۱-۲۲۴)

(۱-۳) كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،انيس

عورت اور مرد کی نماز میں فرق کا حدیث سے ثبوت:

سوال: یہاں پر کچھ غیر مقلد رہتے ہیں، جو ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ تم حنفیوں نے عورت اور مرد کی نماز کا فرق از خود کیا ہے، حدیث سے اس کا کوئی ثبوت براہِ کرم ہو تو باحوالہ تحریر فرمائیں؟

الجواب

متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا طریقہ نماز مرد سے مختلف ہے۔

عن يزيد بن أبی حبيب أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: مرعلٰی امرأتين تصليان، فقال: إذا سجدتما فضميا بعض اللحم إلی الأرض، فإن المرأة ليست فی ذلک كالرجل، آه. (رواه أبوداؤد فی مراسيله والبيهقی)(۱)

عن ابن عمر رضی اللّٰه عنه مرفوعاً: إذا جلست المرأة فی الصلاة وضعت فخذها علٰی فخذها الأخریٰ، فإذا سجدت ألصقت بطنها علٰی فخذها كأستر مايكون، فإن اللّٰه تعالٰی ينظر إليها يقول يا ملائكتی! أشهدكم أنی قد غفرت لها. (إعلاء السنن: ۳۱/۳)(۲) **فقط واللّٰه أعلم**

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان۔ الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان۔ ۱۷/۸/۱۳۹۹ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲۹۵/۲) ☆

(۱) (مراسيل أبی داؤد، باب جامع الصلاة (ح: ۸۹)/ والسنن الكبریٰ للبيهقی، كتاب الصلاة، باب وجوب ستر العورة للصلاة وغيرها: ۳۱۵/۲ (ح: ۳۲۰۱) دار الكتب العلمية، بيروت، انيس)

(۲) إعلاء السنن، طريق السجود، رقم الحديث: ۷۷۸/ والحديث رواه البيهقی فی السنن الكبریٰ، باب من صلاة وهو فی أخریٰ (ح: ۳۱۹۹) وضعفه. انيس

☆ مردوں اور عورتوں کی نماز کا فرق حدیث سے:

سوال: مردوں اور عورتوں کی نماز میں جو نمایاں فرق بتایا جاتا ہے، وہ کون سی حدیث سے ثابت ہے؟ (مستفتیہ: خدیجہ اسلم، پونہ)

الجواب

مردوں اور عورتوں کی نماز میں جو نمایاں فرق بتایا جاتا ہے، وہ مخصوص ہیئت اور پردہ کے اعتبار سے بتایا جاتا ہے۔ فقہا نے عورتوں کی نماز کے متعلق جو طریقہ بتایا ہے، وہ مختلف احادیث کی روشنی میں ہے۔

"المرأة تخفض فتضم عضديها لجنبيها وتلزق بطنها بفخذيها؛ لأنه أستر لها". (الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۲۸۳)

عن يزيد بن حبيب أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم مرعلی امرأتين تصليان فقال:" إذا سجدتما فضميابعض اللحم إلی الأرض فإن المرأة ليست فی ذلک كالرجل". (مراسيل أبوداؤد: ۸) **واللّٰه أعلم وعلمه أتم**

مفتی محمد شاکر خان قاسمی پونہ۔ (فتاویٰ شاکر خان: ۹۷/۲)

تحریمہ میں عورت ہاتھ کہاں تک اٹھائے:

سوال: تکبیر تحریمہ کے وقت نماز میں عورتیں ہاتھ کہاں تک اٹھائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

عورتیں تحریمہ میں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھائیں۔ (ردالمحتار: ۱/۳۲۴)(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عباس-۲۰/۱۱/۱۳۵۲ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۳۱۸)

عورتوں کے لیے نماز میں قیام کا حکم:

سوال: کیا عورتوں کی نماز میں قیام فرض نہیں ہے؟ مرد کی طرح اگر کوئی عورت بیٹھ کر پڑھے بے عذر، تو اس کی نماز ہوجائے گی؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

فرضیت قیام سے عورتیں مستثنیٰ نہیں؛ بلکہ مرد عورت کا حکم یکساں ہے، (۲) جن مسائل میں فرق ہے، ان کو طحطاوی میں بیان کیا گیا ہے، ان میں قیام نہیں ہے۔ (۳) ترک فرض سے جس طرح مرد کی نماز فاسد ہوجاتی ہے، عورت کی بھی فاسد ہوجاتی ہے۔ (۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند-۳/۱/۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح، بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند-۳/۱/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۵۴۴-۵۴۵) ☆

---

(۱) (والمرأة) ولو أمة ... (ترفع) بحيث يكون رؤوس أصابعها (حذاء منكبيها). (الدر المختار، باب صفة الصلاة: ۱۸۲/۲)

(۲) ومن فرائضها التي لاتصح بدونها... و منها : القيام في فرض وملحق به كنذروسنة فجرفي الأصح لقادر عليه. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۴۴۲/۱-۴۴۵، سعيد)

(۳) "قوله: في خمسة وعشرين) منها أنها ترفع يديها إلى منكبيها، وتضع يديها تحت ثدييها، ولا تجافي بطنها عن فخذيها، وتضع يديها على فخذيها بحيث تبلغ الأصابع ركبتيها، وهٰذا بناء علىٰ ما نقل عن الطحاوي أن الرجل يأخذ الركبة يفرق أصابعه كما في الركوع، والمعتمد خلافه، ولا تفتح إبطيها في السجود، وتجلس متوركة في التشهد، ولا تفرج أصابعها في الركوع، إلى آخره". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصلاة، فصل في الشروع في الصلاة: ۲۲۳/۱، دار المعرفة، بيروت)

(۴) "وترك ركن بلاقضاء وشرط بلاعذر". (الدر المختار)

قال ابن عابدين رحمة الله تعالىٰ: "وقوله: (وترك ركن بلاقضاء) كما لو ترك سجدة من ركعة ==

عورتوں کا بیٹھ کرنماز پڑھنا بلا عذر درست نہیں:

سوال: یہاں رواج ہے کہ عورتیں بیٹھ کرنماز پڑھتی ہیں، نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب

جب تک کھڑے ہونے کی طاقت ہو بیٹھ کرنماز پڑھنا درست نہیں ہے، پس بلا عذر قوی عورتوں کا بیٹھ کرنماز پڑھنا کسی طرح درست نہیں ہے اور نماز نہیں ہوتی۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۱۵۲) ☆

== وسلم قبل الإتيان بها،وإطلاق القضاء على ذلک مجاز .(ردالمحتار، كتاب الصلاة،باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱/۶۲۹، سعيد)(مطلب:في المشي في الصلاة،انيس)

☆ فرض نماز میں عورتوں کے لیے بھی قیام فرض ہے:

سوال(۱) ہمارے علاقہ میں اکثر عورتیں بیٹھ کرنماز پڑھتی ہیں، باوجود سمجھانے کے اور باوجود کتابوں کے بتلانے کے عورتیں یقین نہیں کرتیں اور فتوی کی خواہاں ہوتی ہیں۔

(۲) آج تک جن عورتوں نے جانتے بوجھتے بھی بیٹھ کرنمازیں ادا کیں ہیں، وہ ادا ہوئیں یا نہیں؟ آیا اس کی قضا کرنی پڑے گی؟

الجواب حامدًا ومصليًا

(۱) فرض نماز میں قیام فرض ہے، بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے سے فرض نماز ادا نہیں ہوگی۔ (”ومن فرائضها التي لا تصح بدونها...ومنها:القيام في فرض وملحق به كنذرٍ وسنة فجر في الأصح لقادرعليه“.(تنوير الأبصارمع الدر المختار ، كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة: ۱/۴۴۲-۴۴۵)

”(قوله:في خمسة وعشرين)منها أنهاترفع يديهاإلى منكبيها،وتضع يديهاتحت ثدييها،ولا تجافي بطنها عن فخذيها،وتضع يديها على فخذيهابحيث تبلغ الأصابع ركبتيها ،وهذابناء على ما نقل عن الطحاوي أن الرجل يأخذ ركبة يفرق أصابعه كما في الركوع ،والمعتمد خلافه،ولاتفتح إبطيهافي السجود،وتجلس متوركة في التشهد، ولاتفرج أصابعها في الركوع ،إلى آخره “.(حاشية الطحطاوي على الدرالمختار،كتاب الصلوة، فصل في الشروع في الصلوة: ۱/۲۲۳، دارالمعرفة بيروت)

”وترک ركن بلاقضاء وشرط بلاعذر“.(الدرالمختار)قال ابن عابدين رحمة الله تعالى:(”وقوله:وترک ركن بلاقضاء)كمالوترک سجدة من ركعة وسلم قبل الإتيان بها، وإطلاق القضاء على ذالک مجاز .(ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها: ۱/ ۶۲۹، سعيد)

(۲) وہ نمازیں ادا نہیں ہوئیں۔(حوالہ بالا) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔۱۳۹۲/۸/۲۸ھ (فتاویٰ محمودیہ:۵/۵۴۵-۵۴۶)

(۱) من فرائضها التي لاتصح بدونها التحريمة إلخ ومنها القيام إلخ في فرض وملحق به،الخ، لقادرعليه.(الدرالمختار على هامش رد المحتار،باب صفة الصلاة: ۱/۴۱۴،ظفير) ==

حاملہ عورت کیسے نماز پڑھے:

سوال: حاملہ عورتیں رکوع وسجدہ وغیرہ برابر نہیں کرسکتیں، خصوصاً سجدہ تو کر ہی نہیں سکتیں، کھڑے ہوکر نماز بھی ادا نہیں کرسکتیں، ایسی صورت میں نماز کیسے ادا کرنا چاہئے اور کیا ساڑی میں (Under Ware) پہننا ضروری ہے، بغیر اس کے نماز ہوگی یا نہیں؟ (رابعہ پروین، عنبر پیٹ)

الجواب

حاملہ عورتیں اگر کھڑے ہوکر نماز پڑھنے پر قادر نہ ہوں، تو بیٹھ کر نماز پڑھ سکتی ہیں، رکوع سجدہ بھی مکمل طور پر نہ کرسکیں تو جس قدر جھک سکیں، جھک کر رکوع سجدہ کریں، البتہ خیال رکھیں کہ سجدہ کے لئے بہ مقابلہ رکوع کے زیادہ جھکا جائے، (۱) اصل مقصد عورت کے تمام جسم کا ستر ہے، یہی نماز میں بھی شرط ہے اور عام حالات میں بھی واجب ہے، اب چونکہ ساڑی سے اس ضرورت کی تکمیل ہوجاتی ہے؛ اس لئے ساڑی پر اکتفا کرنا بھی درست ہے، جانگیہ پہننا بھی درست ہے اور اس کے بغیر بھی نماز درست ہوجاتی ہے۔ (کتاب الفتاویٰ:۳/۱۲۱-۱۲۲)

عورت قیام کے وقت دونوں پاؤں کے درمیان کتنا فاصلہ رکھے:

سوال: عورت نماز میں قیام کے وقت، دونوں پاؤں کے درمیان کتنا فاصلہ رکھے اور کیا دونوں پاؤں کے ٹخنے بالکل ملا دے؟

== عورتوں کے لئے بلا عذر بیٹھ کر فرض نماز پڑھنا کیسا ہے:

سوال: یہاں یہ تبلیغ ہورہی ہے کہ عورتوں کو ہر حال میں بیٹھ کر نماز پڑھنی چاہئے، ان کے لئے کھڑے ہوکر نماز پڑھنا مکروہ ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب ——— وباللّٰہ التوفیق

جس طرح مردوں کے لئے قیام فرض ہے، اسی طرح عورتوں کے لئے بھی۔ بلا عذر بیٹھ کر فرض نماز پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی۔("(من فرائضها) ... (التحريمة) ... (ومنها القيام) ... (في فرض) ... (لقادر عليه)". (تنوير الأبصار علىٰ هامش الدر المختار مع رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۲/۱۲۷-۱۳۲) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی-۳/۷/۱۳۷۳ھ-(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۱۳۳)

(۱) وإن عجز عن القيام والركوع والسجود وقدر على القعود يصلي قاعدًا بإيماء ويجعل السجود أخفض من الركوع. (الفتاوى الهندية، الباب الرابع عشر في صلاة المريض: ۱/۱۳٦)

"وعن نافع: أن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما يقول: إذا لم يستطع المريض السجود أومأ برأسه إيماءً، ولم يرفع إلىٰ جبهته شيئًا"، رواه مالك، وإسناده صحيح. (آثار السنن، رقم الحديث: ۸۰٤، باب صلاة المريض) (موطأ الإمام مالك، رواية أبو مصعب الزهري، باب العمل في جامع الصلاة (ح: ٥٥٦) انيس)

الجواب

قال فی رد المحتار: وینبغی أن یکون بینھمامقدار أربع أصابع الید؛ لأنه أقرب إلی الخشوع، ھٰکذاروی عن أبی نصر الدبوسی أنه کان یفعله، کذا فی الکبریٰ. وماروی أنھم ألصقوا الکعاب بالکعاب أرید به الجماعة: أی قام کل واحد بجانب الاٰخر، آہ. (۴٦۲/۱)(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ بحالت قیام دونوں پیروں میں چار انگل کا فصل مناسب ہے اور اس حکم سے کسی جگہ عورتوں کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا، پس ان کے لئے بھی یہی مناسب ہے، ہاں! رکوع وسجود کی کیفیت مرد وعورت کی مختلف ہے۔ واللہ اعلم

۱۸/شوال ۱۳۴۱ھ۔ (امدادالاحکام:۸۰/۲)

مرد وعورت کے لئے نماز میں ہاتھ باندھنا:

سوال: مردوں کے لئے زیرناف اور عورتوں کے لئے زیرسینہ ہاتھ رکھنے کا کیا ثبوت ہے؟

الجواب

عورتوں کے لئے زیر ثدیین ہاتھ رکھنے کے سلسلہ میں کوئی حدیث نظر سے نہیں گذری اور فقہانے عورتوں کے لئے اس طریقہ کو ستر کے لئے تجویز کیا ہے۔ شرح منیہ میں ہے:

''وأماالمرأة فإنھا تضعھا تحت ثدییھا بالاتفاق لأنه أسترلھا'' انتھیٰ. (۲)

اور مردوں کے لئے زیرناف ہاتھ رکھنا فقہا کے یہاں مسنون ہے، اس سلسلہ میں ابوداؤدؒ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

''السنة وضع الأکف علی الأکف ویضعھا تحت السرة''.

یہی حدیث دوسری جگہ آئی ہے:

''من السنة وضع الکف علی الکف فی الصلاة تحت السرة، انتھیٰ. (۳)

لیکن امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

(۱) کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، بحث القیام، انیس

(۲) الکبیری شرح منیة المصلی، بیان صفة الصلاة: ۳۰۱/۱

ثم اعلم أن المرأة تخالف الرجل فی عشر خصال؛ ترفع یدیھا إلی منکبیھا وتضع یمینھا علی شمالھا تحت ثدیھا ولا تجافی بطنھا عن فخذیھا تبلغ رؤوس أصابھا رکبتیھا ولا تفتح إبطیھا فی السجود وتجلس متورکة فی التشھد ولا تفرج أصابھا فی الرکوع ولا تؤم الرجال، الخ. (تبیین الحقائق، فصل الشروع فی الصلاة وبیان أحوالھا: ۱۱۸/۱، المطبعة الکبریٰ الأمیرية بولاق. انیس)

(۳) سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ فی الصلاة (ح:۷۵٦)ص:۱۰۲، بیت الأفکار، انیس

شرح منیہ میں ہے:

قال النووی: اتفقوا علٰی تضعیفه لأنه من روایة عن عبدالرحمن بن إسحاق الواسطی ومجمع علٰی ضعفه، انتهٰی. (۱)

اور بحر العلوم مولانا عبدالعلی رسائل الارکان میں فرماتے ہیں؛ شیخ ابن الہمام کا قول ہے:

لم یثبت حدیث صحیح یوجب العمل فی کون الوضع تحت الصدر وفی کونه تحت السرة فیحال علی حال قصد التعظیم فی القیام والمعهود هو کونه تحت السرة، انتهٰی. (۲)

(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۲۱-۲۲) ☆

(۱) الکبیری شرح منیة المصلی، بیان صفة الصلاة: ۳۰۱ / النووی شرح مسلم، باب التشهد فی الصلاة: ۱۱۵/٤، دار إحیاء التراث العربی بیروت. انیس

(۲) رسائل الأرکان، باب صفة الصلاة: ۷٤، المطبع العلوی / فتح القدیر، باب صفة الصلاة: ۲۸۷/۱، دار الفکر. انیس

☆ مردوں کو ناف کے نیچے اور عورتوں کو سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ثبوت:

سوال: مردوں کو ناف کے نیچے اور عورتوں کو سینہ پر ہاتھ باندھنا کہاں سے ثابت ہے؟

الجواب

عورتوں کے لئے استر ہونے کی وجہ سے سینہ پر ہاتھ باندھنا متفق علیہ ہے اور مردوں کے لئے مختلف روایات کی وجہ سے تحت السرۃ افضل ہے۔ ملاحظہ ہو! مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

عن علقمة بن وائل بن حجر عن أبیه قال: رأیت النبی صلی الله علیه وسلم ویضع یمینه علی شماله فی الصلاة تحت السرة. (کمال یوسف الحوت کے محققہ نسخہ مطبوعہ مکتبۃ الرشد ریاض میں "فی الصلاۃ" تک ہی کا لفظ علقمہ بن وائل کی روایت میں ہے، البتہ شیخ محمد عوامہ: ۳۲۰/۳-۳۲۲ کے نسخہ میں "تحت السرۃ" کا لفظ موجود ہے۔ انیس)

وفی روایة عن أبی معشر، عن إبراهیم قال: یضع یمینه علی شماله فی الصلاة تحت السرة.

وفی روایة عن الحجاج بن حسان قال: سمعت أبامجلز أو سألته قال: قلت: کیف یصنع؟ قال: یضع باطن کف یمینه علی ظاهر کف شماله ویجعلها أسفل من السرة. (باب وضع الیمین علی الشمال، رقم الحدیث: ۳۹٤۲، انیس)

وفی روایة عن علی رضی الله عنه قال: من سنة الصلاة وضع الأیدی علی الأیدی تحت السرر. (رقم الحدیث: ۳۹٤٥، انیس) (مصنف ابن أبی شیبة: ۳۹۱/۱، کتاب الصلاة، وضع الیمین علی الشمال، إدارة القرآن، کراتشی)

درمختار میں ہے:

وضع الرجل یمینه علٰی یساره تحت سرته... هو المختار، وتضع المرأة والخنثٰی الکف علی الکف تحت ثدیها وفی الشامی: (قوله تحت ثدیها) کذا فی بعض نسخ المنیة، وفی بعضها: علٰی ثدیها، قال فی الحلیة: وکان الأولٰی أن یقول علٰی صدرها. (الدر المختار مع رد المحتار: ٤٨٧/١، فصل فی بیان تألیف الصلاة، سعید) (باب صفة الصلاة، مطلب: فی بیان المتواتر بالشاذ، انیس)

==

مستورات کے لئے سینے پر ہاتھ باندھنے کا ثبوت:

سوال: مستورات کونماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ثبوت حدیث سے عنایت فرمائیں؟

== مراقی الفلاح میں ہے:”ویسن وضع المرأة یدیها علی صدرها من غیر تحلیق لأنه أسترلها. (مراقی الفلاح: ۹۵،فصل فی بیان سننها، مکة المکرمة وکذا فی السعایة: ۱۵۶/۲/وامداد الفتاح: ۲۸۳، بیروت/ والبحرالرائق: ۳۰۳/۱)واللّٰہ أعلم (فتاویٰ دارالعلوم زکریا:۱۳۸/۲-۱۳۹)

نماز میں عوتوں کے لئے سینہ پر ہاتھ باندھنا:

سوال: عورتوں کوسینہ پر ہاتھ باندھنے کی کیا حدیث اورکس کتاب میں ہے؟

الجواب ــــــــــــــ حامدًا ومصلیًا

نیل:۷۸/۲میں ہے:

”عن وائل بن حجر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال:صلیت مع رسول اللّٰہ تعالی علیه وسلم،فوضع یده الیمنی علیٰ یده الیسری علیٰ صدره“.(شرح الترمذی لأبی طیب: ۱۷۷)(نیل الأوطارمن أحادیث سید الأخیارشرح منتقی الأخبار،أبواب الصلاة،باب ماجاء فی وضع الیمین علی الشمال: ۲۰۴/۲، توزیع دارالبازعباس أحمد البازمکة المکرمة)/”وعن وائل بن حجرعن أبیه رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال:رأیت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم وضع یمینه علیٰ شماله فی الصلاة تحت سرة“. (إعلاء السنن: ۱۴۸/۲)(إعلاء السنن،کتاب الصلوة،باب وضع الیدین تحت السرة وکیفیة الوضع:۱۷۰/۲،إدارة القرآن کراچی)(رقم الحدیث:۶۷۸،انیس)

سینے پر ہاتھ رکھنے کی بھی حدیث ہے اورناف کے نیچے رکھنے کی بھی حدیث ہے،حنفیہ نے اول کوعورتوں کے لئے اورثانی کو مردوں کے لئے مانا ہے؛ کیونکہ دوسری حدیث کے لئے حدیث قولی بھی موجود ہے، نیزآثار سے بھی مؤید ہیں۔(حدثنا وکیع عن ربیع عن أبی معشر عن إبراهیم قال:یضع یمینه علیٰ شماله فی الصلوٰة تحت السرة“.(رواه ابن أبی شیبه)(کتاب الصلاة، وضع الیمین علی الشمال: ۳۳۴/۲،رقم الحدیث: ۳۹۵۶،مکتبة الرشد ناشرون ، انیس) ”عن أبی جحیفة أن علیاً رضی اللّٰہ عنه قال:من السنة وضع الکف علی الکف فی الصلوة تحت السرة“.(رواه أبوداؤد)(کتاب الصلاة،باب وضع الیمین علیٰ الیسریٰ فی الصلاة،رقم الحدیث: ۷۵۶،ص:۱۰۲،بیت الأفکار، انیس)/”عن سیارأبی الحکم عن أبی وائل قال:قال أبوهریرة رضی اللّٰہ عنه:”أخذ الأکف علی الأکف فی الصلوٰة تحت السرة.(رواه أبوداؤد)(إعلاء السنن،کتاب الصلوة، باب وضع الیدین تحت السرة وکیفیة الوضع:۱۶۶/۲-۱۶۷، إدارة القرآن کراچی)(رقم الحدیث:۶۷۷، انیس)

پہلی حدیث کےعورتوں کے لئے ہونے کی وجہ بھی بیان کی ہے:”لأنه أسترلها“. (”وعند الشافعی محله مافوق السرة تحت الصدرواستدل النووی بما فی صحیح ابن خزیمة عن وائل بن حجرقال:صلیت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فوضع یده الیمنیٰ علیٰ یده الیسریٰ علیٰ صدره.ولایخفیٰ أنه لایطابق المدعی ...ویمکن أن یقال فی توجیه المذهب:إن الثابت من السنة وضع الیمین علی الشمال ولم یثبت حدیث یوجب تعیین المحل الذی یکون فیه الوضع من البدن إلاحدیث وائل المذکور،وهومع کونه واقعة حال لاعموم لها یحتمل أن یکون لبیان الجوازفیحال فی ذلک کما قاله فی فتح القدیرعلی المعهود من وضعها حال قصد التعظیم فی القیام، والمعهود فی الشاهد منه أن یکون ذلک تحت السرة فقلنا به فی هٰذه الحالة فی حق الرجل بخلاف المرأة فإنها تضع علیٰ صدرها؛لأنه أسترلها، فیکون فی حقها أولیٰ“.(البحرالرائق،کتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،سنن الصلاة : ۵۲۸/۱-۵۲۹،رشیدیة)

(حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پرناف ==

الجواب ــــــــــــــــ حامدًاو مصلیًا

عورت پردہ کی چیز ہے،اسی وجہ سے اس کو ہر قول وفعل میں تستر کا حکم ہے،آواز کا بلند کرنا، پازیب کی جھنکار ودیگر زیورات کی آواز کا دوسروں کو سنانا جائز نہیں، یہاں تک کہ نماز جیسی اہم عبادت کو پردہ در پردہ ادا کرنے کو افضل قرار دیا، چنانچہ طبرانی کی روایت ہے ؛ام حمید الساعدیہ رضی اللہ تعالیٰ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے ساتھ نماز ادا کرنا چاہتی ہوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری نماز کوٹھری میں حجرہ سے افضل ہے اور حجرہ میں ادا کرنا گھر میں ادا کرنے سے افضل ہے اور گھر میں ادا کرنا اپنی قوم کی مسجد میں ادا کرنے سے بہتر ہے اور قوم کی مسجد میں ادا کرنا مسجد جماعت میں ادا کرنے سے بہتر ہے۔(نیل الأوطار:۱۶۱/۳)(۱)

اسی طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کی مسجدوں میں سب سے بہتر ان کے گھر کا کونہ ہے۔

وعن أم سلمة رضی اللّٰہ تعالٰی عنها أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم قال:"خیر مساجد النساء قعر بیوتهن".(رواه أحمد نیل الأوطار للشوکانی:۱۶۱/۳)(۲)

غرضیکہ جہاں تک ہو سکے پردہ کا اہتمام کیا جائے اور کسی گوشہ میں نماز ادا کی جائے ،انہیں روایات کے تحت تستر کو بنیاد بنا کر حضرات فقہا عورتوں کے لئے یہ فرماتے ہیں کہ ہاتھ مونڈھے تک اٹھائے ،اس کے بعد ہاتھ سینہ پر باندھے، سجدہ پست کرے، کلائیوں کو بدن سے چپکائے ،قعدہ میں پاؤں پہ نہ بیٹھے وغیرہ۔صورت مسئولہ میں مذکورہ بالا دونوں روایتوں کو استشہاد میں پیش کر سکتے ہیں۔(۱) **فقط و اللّٰہ تعالٰی أعلم بالصواب**

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔(حبیب الفتاویٰ:۴۸/۱)

== کے نیچے رکھے ہوئے تھے"۔(مصنف ابن ابی شیبہ)(عن وائل بن حجر:رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علی وسلم وضع یمینه علی شماله فی الصلاة تحت السرة.(رواه ابن أبی شیبة)مصنف ابن أبی شیبة: ۳۲۲/۳ یہ روایت تحت السرۃ کی صراحت کے ساتھ مصنف کے معتبر نسخوں میں موجود ہے۔(تفصیل وتحقیق کے لئے ملاحظہ ہو نسخہ محققہ از شیخ محمد عوامہ:۳۲۰/۳-۳۲۲)فقط و اللّٰہ سبحانه وتعالٰی أعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ بندہ عبد الرحمٰن، یکم رصفر ۱۳۵۲ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۵۸۳/۵-۵۸۴)

(۱) أم حمید الساعدیة أنها جاء ت إلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقالت:یارسول اللّٰہ!إنی أحب الصلاة معک،فقال:قد علمت وصلاتک فی بیتک خیر لک من صلاتک فی حجرتک وصلاتک فی حجرتک خیر لک من صلاتک فی دارک وصلاتک فی دارک خیر لک من صلاتک فی مسجد قومک وصلاتک فی مسجد قومک خیر لک من صلاتک فی مسجد الجماعة.(نیل الأوطار،باب حضور النساء المساجد:۱۵۸/۳،دار الحدیث مصر.انیس)

(۲) نیل الأوطار،باب حضور النساء المساجد:۱۵۷/۳،دار الحدیث مصر /مسند الإمام أحمد،حدیث أم سلمة زوج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم (ح:۲۶۵٤۲)انیس

(۳) أما فی حق النساء فاتفقوا علی أن السنة لهن وضع الیدین علی الصدر. (السعایة فی حل ما فی شرح الوقایة: ۱۵٦/۲) /عن عطاء بن أبی رباح قال:تجمع المرأة یدیها فی قیامها ما استطاعت.(رواه عبد الرزاق فی المصنف:۱۳۷/۳)انیس

عورتیں جہری نماز میں قرأت جہر کے ساتھ کریں یا آہستہ:

سوال: عورتیں نماز سریہ وجہریہ میں قرأت جہر سے کریں یا آہستہ؟

الجواب

عورتیں سب نمازوں میں قرأت آہستہ کریں۔

فی الکبیری: قال ابن الهمام: صرح بالنوازل بأن نغمة المرأة عورة (إلیٰ قوله) وعلیٰ هذا لو قیل: إذا جهرت بالقرآن فی الصلوٰة فسدت کان متجهاً. (۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۲۶۶) ☆

عورت کا نماز میں جہر سے قرآن پڑھنا درست نہیں:

سوال: عورت حافظہ اگر نماز نفل یا تراویح میں قرأت بالجہر مکان کے اندر پڑھے اور اس مکان میں سوائے شوہر کے و دیگر محارم کے دوسرا شخص نہ ہو تو جہر بالقرأت نماز میں اس کو جائز ہوگا، یا نہیں؟ نماز اس کی صحیح ہوگی یا فاسد؟

الجواب

جو عورت حافظ قرآن ہے نماز میں جہر نہیں کرسکتی، اس واسطے کہ کلام عورت عند البعض عورت ہے۔ (۲)

شامی جلد اول:

وعلیٰ هذا لو قیل إذا جهرت بالقراء ة فی الصلاة فسدت کان متجهاً. (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۲۱۹/ایضاً: ۲۵۳-۲۵۴)

(۱) الکبیری شرح منیة المصلی، مبحث ستر العورة: ۲۱۷.

☆ عورتوں کا نماز میں جہر کرنا:

سوال: فجر و مغرب اور عشا میں عورتوں پر بھی جہر واجب ہے یا نہیں؟

الجواب

واجب نہیں ہے۔

رسائل الارکان میں ہے: **ثم الجهر فی الصلاة الجهریة للرجال والإخفاء فی صلاة المخافة واجب وأما المرأة فیجب علیها الإخفاء فی الصلوات کلها؛ لأن صوتها عورة، إنتهیٰ (رسائل الأرکان، باب صفة الصلاة:، المطبع العلوی)** (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۳۱)

(۲) یہ فتویٰ مرجوح قول پر ہے، درمختار میں راجح قول یہ لکھا ہے کہ عورت کی آواز عورت نہیں ہے، فراجعہ

(قوله وصوتها) معطوف علی المستثنیٰ یعنی أنه لیس بعورة، ح ((قوله علی الراجح) عبارة البحر عن الحلیة أنه الأشبه وفی النهر وهو الذی ینبغی اعتماده. (ردالمحتار، باب صفة الصلاة، مطلب فی ستر العورة: ۱/۴۰۶، دار الفکر. انیس)

چونکہ راجح قول کے مطابق عورت کی آواز عورت نہیں ہے، اس لیے اگر زور سے قرأت کرلے تو راجح قول کے مطابق جہری نماز بھی فاسد نہیں ہوگی۔ انیس

(۳) **رد المحتار، باب شروط الصلاة: ۱/۳۷۷، ظفیر (مطلب: فی الستر العورة، انیس)**

عورت کی قرأت بالجہر مفسد صلوٰۃ ہے یا نہیں:

سوال: ایک مکتوب میں مندرجہ ذیل جواب دستیاب ہوا جو کسی سائل کو تحریر فرمایا تھا، غالبًا سوال کا حاصل یہ ہے: اگر کوئی عورت صلوٰۃ جہریہ میں قرأت بالجہر کرے تو آیا! اس کی یہ قرأت بالجہر داخل ستر ہونے کی وجہ سے مفسد صلوٰۃ ہے یا نہیں؟ (محمد خالد عفا اللہ عنہ)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

عورت کی آواز علی الراجح عورۃ نہیں ہے۔(۱) صاحب بحر نے شروط صلوٰۃ میں مکمل لکھا ہے۔ فقط خلیل احمد عفی عنہ۔ (فتاویٰ مظاہر علوم: ۹۹/۱)

ہیئت رکوع میں مرد اور عورت میں فرق:

سوال: **ما قولكم رحمكم الله هل تفارق المرأة الرجل فى هيئة ركوع الصلوٰة أم لا؟ بينوا توجروا.**

الجواب ـــــــــــــــــــــــ ومنه الصّدق والصَّواب

بينهما فرق ذكره الفقهاء رحمهم الله تعالىٰ كما قال فى الشامية تحت قوله:(ويسنّ أن يلصق كعبيه)...هٰذا كلّه فى حق الرجل،أمّا المرأة فتنحنى فى الركوع يسيرًا ولا تفرج،ولكن تضم و تضع يديها على ركبتيها وضعًا،وتحنى ركبتيها ولا تجافى عضديها؛لأن ذلك أسترلها وفى شرح الوجيز:الخنثىٰ كالمرأة،آه.(رد المحتار: ٤٦١/١)(٢) فقط والله تعالىٰ أعلم

۱۴/ربیع الاول ۱۳۷۶ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۲۳/۳-۲۴)

مرد وعورت کے رکوع میں فرق:

سوال: بعد سلام مسنون عرض ہے کہ مرد اور عورت کے رکوع میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ اگر فرق ہے تو بالتفصیل کتابوں کے حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) **وفى شرح المنية:الأشبه أن صوتها ليس بعورة، (البحر الرائق مصرى: ٢٨٥/١)(كتاب الصلاة،باب شروط الصلاة،انيس)**

لہٰذا اگر زور سے قرأت کرلے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ انیس

(۲) **كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة ، مطلب : قراء ة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن ،انيس**

عورت رکوع میں مردوں کی طرح پشت کو برابر نہ کرے بلکہ کچھ انحناء کرے زیادہ نہ جھکے اور ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا کر گھٹنوں پر رکھے، مردوں کی طرح انگلیاں کھول کر گھٹنوں کو پکڑے نہیں اور گھٹنوں کو قدرے جھکائے اور کہنیوں کو پہلوؤں سے ملائے۔ منہ

الجواب

مرداورعورت کے رکوع میں چند باتوں میں فرق ہے:

(۱) یہ کہ مرد رکوع میں اتنا جھکے کہ سر پیٹھ اور سرین برابر ہو جائیں اور عورت تھوڑی مقدار جھکے؛ یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہونچ جائیں، پیٹھ سیدھی نہ کرے۔

(۲) یہ کہ مرد گھٹنے پر انگلیاں کھلی رکھے اور ہاتھ پر زور دیتے ہوئے مضبوطی کے ساتھ گھٹنوں کو پکڑے اور عورت انگلیاں ملا کر ہاتھ گھٹنوں پر رکھ دے اور ہاتھ پر زور نہ دے اور پاؤں جھکے ہوئے رکھے، مردوں کی طرح خوب سیدھے نہ کرے۔

(۳) یہ کہ مرد اپنے بازوں کو پہلو سے بالکل الگ رکھے اور کھل رکوع کرے اور عورت اپنے بازؤں کو پہلو سے خوب ملائے اور جتنا ہو سکے سکڑ کر رکوع کرے۔

شامی میں ہے:

قال فی المعراج وفی المجتبیٰ هٰذا کله فی حق الرجل أماالمرأة فتنحنی فی الرکوع یسیراً و لاتفرج،ولٰکن تضم وتضع یدیها علٰی رکبتیهاوضعًا،وتحنی رکبتیها و لا تجافی عضد یها؛لأن ذلک أسترلها. (ردالمحتار: ۱/٤٦١،فصل فی تالیف الصلٰوۃ)(۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ویعتمد بیدیه علٰی رکبتیه کذافی الهدایة،وهوالصحیح،هٰکذافی البدائع،ویفرج بین أصابعه ولاینـدب إلـی التـفـریج إلا فی هٰذه الحالة ولاإلٰی الضم إلا فی حالة السجود وفیماوراء ذلک یترک علـی العادة،کذافی الهدایة،ویبسط ظهره حتی لووضع علٰی ظهره قدح من ماء لاستقر ولاینکس رأسه ولا یرفع یعنی یسوی رأسه بعجزه،کذافی الخلاصة،ویکره أن یحنی رکبتیه شبه القوس والمرأة تنحنی فی الرکوع یسیرًا ولاتعتمد ولاتفرج أصابعها ولکن تضم یدیها وتضع علٰی رکبتیها وضعا وتحنی رکبتیها ولا تجافی عضدیها،کذافی الزاهدی. (الفتاویٰ الهندیة: ۱/٤٦،کتاب الصلٰوۃ،الفصل الثالث فی سنن الصلٰوۃ وآدابها وکیفیتها)**فقط واللّٰه أعلم بالصواب**

(فتاویٰ رحیمیہ: ۶/۴۱۰-۴۱۱)☆

---

(۱) کتاب الصلاۃ،باب:صفة الصلاۃ،مطلب قراء ۃ البسملة بین الفاتحة والسورۃ حسن،انیس

☆ مرداورعورت کے رکوع میں فرق:

سوال: رکوع میں ہاتھ گھٹنوں پر رکھنے کے سلسلہ میں مرداورعورت میں فرق ہے یانہیں؟

الجواب

دونوں میں فرق ہے اور وہ یہ کہ مرد انگلیاں کھلی رکھے اور ہاتھ پر زور دیتے ہوئے مضبوطی سے گھٹنوں کو پکڑے ==

== اورعورت انگلیاں ملا کر ہاتھ گھٹنوں پر رکھدے اور ہاتھ پر زور نہ دے۔ ملاحظہ ہو مراقی الفلاح میں ہے:

ویسن أخذ ركبتيه بيديه حال الركوع ويسن تفريج أصابعه لقوله صلى الله عليه وسلم لأنس رضى الله عنه: إذا ركعت فضع كفيك على ركبتيك وفرج بين أصابعك وارفع يديك عن جنبيك... والمرأة لا تفرجها لأن مبنٰى حالها على الستر، وفى الطحطاوى: ولا تفرج أصابعها فى الركوع، وتنحنى فى الركوع قليلا بحيث تبلغ حد الركوع، فلا تزيد علٰى ذلك؛ لأنه أستر لها وتلزم مرفقيها بجنبيها فيه. (مراقى الفلاح مع حاشية الطحطاوى: ٢٦٦-٢٥٩، قديمى)

شامی میں ہے:

قال فى المعراج وفى المجتبى: هذا كله فى حق الرجل، أما المرأة فتنحنى فى الركوع يسيرا ولا تفرج، ولٰكن تضم وتضع يديها علٰى ركبتيها وضعًا، وتحنى ركبتيها ولا تجافى عضديها؛ لأن ذلك أستر لها. (ردالمحتار: ٤٩٤/١، فصل اذا أراد الشروع فى الصلاة كبر، سعيد كمپنى) (كتاب الصلاة، باب: صفة الصلاة، مطلب: قراء ة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن، انيس)

فتاویٰ رحیمیہ میں ہے:

مرد اور عورت کے رکوع میں فرق ہے: (۱) مرد رکوع میں اتنا جھکے کہ سر، پیٹھ اور سرین برابر ہو جائے، اور عورت تھوڑی مقدار جھکے یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہونچ جائیں، پیٹھ سیدھی نہ کرے۔ (۲) مرد گھٹنے پر انگلیاں کھلی رکھے اور ہاتھ پر زور دیتے ہوئے مضبوطی کے ساتھ گھٹنوں کو پکڑے، اور عورت انگلیاں ملا کر ہاتھ گھٹنوں پر رکھدے اور ہاتھ پر زور نہ دے اور پاؤں جھکے ہوئے رکھے؛ مردوں کی طرح خوب سیدھے نہ کرے۔ (۳) مرد اپنے بازوؤں کو پہلو سے بالکل الگ رکھے اور کھل کر رکوع کرے اور عورت اپنے بازوؤں کو پہلو سے خوب ملائے اور جتنا ہو سکے سکڑ کر رکوع کرے۔ (عن أبى حميد الساعدى رضى الله عنه قال: "إن رسول الله صلى الله عليه وسلم ركع فوضع يديه علٰى ركبتيه كأنه قابض عليهما ووتر يديه فنحاهما عن جنبه. (أخرجه الترمذى وهو طرف من حديث قد أخرجه هو والبخارى وأبوداؤد–جامع الأصول: ٣٧٥/٥) الترمذى، أبواب الصلاة، باب ما جاء أنه يجافى يديه عن جنبه فى الركوع، وقال الترمذى: حديث أبى حميد حديث حسن صحيح)/ عن أبى حميد الساعدى رضى الله عنه قال: "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا ركع اعتدل، ولم يصب رأسه ولم يقنعه ووضع يديه علٰى ركبتيه. (رواه النسائى، جامع الأصول: ٣٧٦/٥) النسائى، كتاب الافتتاح، باب الإعتدال فى الركوع، قال عبد القادر (هامش جامع الأصول: ٣٧٦/٥): إسناده حسن)/ عن سالم البراء قال: أتينا أبا مسعود فقلنا له: حدثنا عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقام بين أيدينا فكبر فلما ركع وضع راحتيه علٰى ركبتيه وجعل أصابعه أسفل من ذلك وجافٰى بين مرفقيه حتٰى استوٰى كل شئ منه ثم قال سمع الله لمن حمده فقام حتٰى استوٰى كل شئ. (رواه أبوداؤد والنسائى–جامع الأصول: ٣٦١/٥) أبوداؤد، كتاب الصلاة، باب صلاة من يقيم صلبه فى الركوع والسجود. (والنسائى، كتاب الافتتاح، باب مواضع الراحتين فى الركوع، قال عبد القادر (هامش جامع الأصول: ٣٦١/٥): وهو حديث حسن)/ عن ليث قال: صلى رجل فى جنب عطاء فلما ركع ثنٰى ركبتيه فضرب بيده وقال: "ابسطهما". (رواه ابن أبى شيبة: ٤٦٧/٢) (احکام نماز اور احادیث وآثار ۸۶-۸۸، انیس)) (فتاویٰ رحیمیہ: ۴۱۰/۶، مسائل شتی، مکتبہ رحیمیہ) واللہ اعلم (فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۱۴۴/۲-۱۴۵)

عورت کا "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" کہنے کے بعد "ربنا لک الحمد" کہنے کی تحقیق:

سوال: جناب والا نے بہشتی زیور کے صفت صلوٰۃ کے بیان میں تحریر فرمایا ہے کہ "**سمع اللّٰہ لمن حمدہ**" کہتی ہوئی سر کو اٹھائے جب خوب سیدھی کھڑی ہو جاوے تو پھر "**اللّٰہ أکبر**" کہتی ہوئی سجدہ میں جاوے تو کیا عورت کو "**ربنا لک الحمد**" نہ کہنا چاہئے، یا سہو کاتب ہے، یا چھاپے کی غلطی ہے، مطلع فرماویں؟

الجواب

عبارت میں کمی رہ گئی ہے؛ یوں ہونا چاہئے: جب خوب سیدھی کھڑی ہو جائے تو "**ربنا لک الحمد**" کہہ کر "**اللّٰہ أکبر**" کہتی ہوئی سجدہ میں جائے، اب یہ معلوم نہیں کہ مؤلف کی غلطی ہے، یا کاتب کی، عجب نہیں اس کو "**سمع اللّٰہ**" کے تابع سمجھ کر مستقلاً لکھنے کا اہتمام نہ کیا ہو، زیادہ نظر اس پر رہی ہو کہ بدون سیدھے کھڑے ہوئے سجدہ میں نہ جاوے، جیسا بعض کی عادت ہے۔

(ترجیح خامس: ۱۰۸) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲۲۴/۱)

نماز میں مرد وعورت کے سجدے میں فرق:

سوال: مرد اور عورت کی نمازوں میں جو فرق ہے، اس کی تفصیل لکھیں؟

الجواب وباللّٰہ التوفیق

یہ فرق صحیح حدیثوں سے ثابت ہے حنفیہ کے ان مسائل کی تائید میں صحیح حدیثیں موجود ہیں، کتوں کی طرح ہاتھ زمین پر بچھانے کی ممانعت مردوں کے لیے ہے، عورتوں کو زمین سے چمٹنے کی روایت ہے، (۱) جس میں ہاتھ بھی پورا زمین سے چمٹے گا اس کو کتوں کی طرح چمٹانے سے تشبیہ نہ دینا چاہیے۔ فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دار العلوم دیوبند۔ ۱۳۸۸/۴/۲۱ھ

الجواب صحیح: محمود عفی عنہ، الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دار العلوم دیوبند۔ (نظام الفتاویٰ، جلد پنجم، جزء اول: ۱۷۲)

---

(۱) عن عبد اللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہما مرفوعًا: "إذا سجدت المرأۃ فی الصلاۃ وضعت فخذہا علٰی فخذہا الأخریٰ فإذا سجدت ألصقت بطنہا علٰی فخذہا کأستر ما یکون لہا". (السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الصلاۃ، باب ما یستحب للمرأۃ من ترک التجافی/مصنف ابن أبی شیبۃ، کتاب الصلاۃ، باب فی المرأۃ کیف تجلس فی الصلاۃ) اس میں کئی آثار ذکر کئے گئے ہیں، اس روایت کو بیہقی نے ضعیف کہا ہے؛ کیونکہ اس کا مدار ابو مطیع بلخی ہے، جن کو ضعیف شمار کیا گیا ہے۔ (لسان المیزان: ۳۳۴/۲/میزان الإعتدال: ۲۱۸۱/کامل ابن عدی: ۶۳۱/۲) مگر عقیلی نے کہا ہے "کان مرجئاً صالحاً فی الحدیث إلا أن أہل السنۃ أمسکوا عن الروایۃ عنہ". (نقلہ عنہ الحافظ فی لسان المیزان: ۳۳۵/۲) ظاہر ہے کہ عقیلی کے اس بیان کی روشنی میں یہ قابل قبول ہیں۔ انیس)

سجدہ کی حالت میں عورتوں کی مسنون کیفیت کیا ہے:

سوال: سجدہ میں عورتوں کو کیا کیفیت اختیار کرنی چاہیے؟ کیا عورتیں بھی مردوں کی ہیئت کی طرح سجدہ کریں گی یا عورتوں کے لئے سجدہ کی کوئی خاص ہیئت ہے؟ خاص کر قدمین میں ان کی ہیئت کیا ہونی چاہیے؟

الجواب

سجدہ میں عورتوں کی کیفیت مردوں سے الگ ہے، بہتر یہ ہے کہ عورتیں سجدہ کرتے وقت قدمین کو نہ اٹھائیں، پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملا کر سجدہ کریں، جبکہ بازوؤں کو جسم کے ساتھ ملا کر زمین پر رکھیں؛ یعنی جو کیفیت زیادہ استر ہو، اختیار کریں۔

قال الحصكفي: (والمرأة تنخفض) فلا تبدئ عضديها (وتلصق بطنها بفخذيها)؛ لأنه أستر وحررتا في الخزائن أنها تخالف الرجل في خمسة وعشرين ... ذكر في البحر: أنها لا تنصب أصابع القدمين، كما ذكره في المجتبى. (ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ١/٥٠٤) (فتاویٰ حقانیہ: ۹۲/۳) ☆

عورت سجدہ کس طرح کرے:

سوال: حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ذیل کے سوالات حل طلب ہیں، امید ہے کہ ان کو حل فرما کر ممنون فرمائیں گے؟

(۱) عموماً دیکھا جاتا ہے کہ عورتوں میں سجدہ کا دو طریقہ رائج ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(الف) سجدہ میں جانے کا پہلا طریقہ: سیدھی دونوں سرین پر بیٹھ جاتی ہے پھر تورّک کرتی ہوئی دونوں گھٹنوں کو زمین پر رکھتی ہے، پھر حسب معمول ہاتھ اس کے بعد ناک پیشانی رکھتی ہے، اختتام رکعت میں جب قیام کرتی ہے تو

---

(۱) **مطلب في إطالة الركوع للجائي، انيس**

والمرأة لا تجافي في ركوعها وسجودها وتقعد على رجليها وفي السجدة تفترش بطنها على فخذيها، كذا في الخلاصة. (الفتاویٰ الهندية، الفصل الثالث في سنن الصلاة: ١/٧٥) (الباب الرابع في صفة الصلاة، انيس)

☆ عورتیں کس طرح سجدہ کریں:

سوال: عورتوں کو مردوں کی طرح سجدہ کرنا چاہئے یا کس طرح؟

الجواب

عورتوں کو اپنے بدن اور اعضا کو سجدہ وغیرہ میں خوب ملانا چاہئے، **(والمرأة تنخفض) فلا تبدى عضديها (و تلصق بطنها بفخذيها)؛ لأنه أستر (الدر المختار على هامش ردالمحتار: ١/٤٧١) (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، انيس)** مردوں کی طرح کھل کر نہ کرنا چاہئے، یہ مکروہ ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۰۸/۲-۲۰۹)

سجدہ سے اٹھ کر بائیں سرین پر بیٹھ کر دونوں پیروں کو آگے کی طرف لاکر سیدھی کھڑی ہوجاتی ہے، یہ طریقہ عموماً پرانی اور بڑی عمر کی عورتوں کا ہے۔

(ب) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اولاً مرد کی طرح گھٹنوں کو رکھتی ہے، پھر بائیں سرین پر بیٹھ کر تورک کرتی ہے، پھر حسب معمول سجدہ کرتی ہے اور دوسری رکعت کے لیے مردوں کی طرح کھڑی ہوتی ہے، یہ طریقہ ابھی رائج ہوا۔

سوال یہ ہے کہ احقر نے کتب حدیث اور اس کی شروحات وحواشی کی طرف مراجعت کی، نیز کتب فقہ کی طرف تو حسب ذیل تشریح ملی۔

روی عن ابن أبی شیبة عن أبی الأحوص عن أبی أسحاق،عن الحارث عن علی رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال:إذاسجدت المرأة فتنخفض ولتضم فخذیها.(۱) ... وروی عن أبی عبد الرحمن المقرئ عن سعید ابن أبی أیوب عن یزید بن أبی حبیب،عن بکیربن عبد اللّٰہ بن الأشج عن ابن عباس:أنه سئل عن صلوٰة المرأة فقال تجتمع وتنخفض. (۲).(حاشیة کتاب الآثارمولانا أبوالوفاء أفغانی رحمه اللّٰہ تعالٰی عنه (مطبوعة مجلس علمی: ۱/۶۰۸)

فلتنخفض،إذاصلت المرأة، فلتنخفض، إذاجلست، وإذا سجدت، ولاتهویٰ أی تتضام وتجتمع، ابن عباس ذکرعند العذرفلتنخفض أی فلق وشخص به خجراً وقیل استویٰ علٰی رکبه کأنه ینهض. (مجمع البحار: ۱/۵۳۸) ومثله فی تاج العروس لعلامة طاب(۳) کی اخیر عبارت سے بظاہر طریق اول صحیح معلوم ہوتا ہے، لہٰذا سوال یہ ہے کہ دونوں طریق میں سے کونسا طریق صحیح اور مطابق سنت ہے؟ اور ''انخفض'' کا مطلب اور شرح کیا ہے؟

(۲) آلہ مکبّر الصوت کے عدم جواز استعمال فی الصلوٰۃ نقلی وفقہی دلائل کی طرف اشارہ فرمائیں، چوں کہ اس کے مفاسد ومنافع قاہرہ پر گو مفتی شفیع صاحبؒ کا رسالہ کافی ہے، مگر نقلی وعقلی دلائل کیا کیا ہیں؟ جاننا چاہتا ہوں، برائے ازدیاد علم، ورنہ عمل تو یہی ہے کہ استعمال نہیں کرتے۔ فقط والسلام

(المستفتی: احقر یوسف ماینا غفرلہ)

---

(۱) یہاں پر کتاب میں ''إذا سجدت المرأة فلتحتفز،والتضم فخذیها'' ہے۔(مصنف ابن أبی شیبة،کتاب الصلاة، المرأة کیف تکون فی سجودها: ۲/۵۰٤،رقم الحدیث: ۲۷۹۳،مؤسسة علوم القرآن،انیس)

(۲) یہاں مصنف میں ''وتحتفر'' ہے۔(مصنف ابن أبی شیبة ، کتاب الصلاة،المرأة کیف تکون فی سجودها: ۲/۵۰٤، رقم الحدیث: ۲۷۹٤،مؤسسة علوم القرآن ، انیس)

(۳) تاج العروس من جواهر القاموس لمحمد بن محمد بن عبدالرزاق الحسینی ،ط:دارالهدایة: ۱۵/۱۱۳، مادة:حفز.انیس

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ھو الموفق یسن انخفاض المرأة ولزقها بطنها بفخذیها؛ لأنه علیه السلام مرّ علی المرأتین تصلیان، فقال: إذا سجدتما فضمیا بعض اللحم إلیٰ بعض فإن المرأة لیست فی ذلک کالرجل؛ لأنها عورة مستورة. (مراقی الفلاح)(۱)

والمرأة تنخفض فلا تبدی عضدیها وتلصق بطنها بفخذیها. (الدر المختار مع ردالمحتار)(۲)

فقہی عبارات اور حدیثی روایات سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ عورت کے لیے سنت یہ ہے اس کا پورا سجدہ زمین سے لپٹا ہوا اور چمٹا ہوا ہونا چاہیے۔

پس اگر دونوں گھٹنہ زمین پر رکھ کر سجدہ میں جانے کے بعد دونوں پیر دائیں طرف نکالے گی تو پورا سجدہ زمین سے لپٹا ہوا نہ ہوگا، اور اگر گھٹنہ زمین پر رکھنے کے ساتھ دونوں ہاتھ بھی زمین پر رکھ کر دونوں پیر داہنے جانب نکالے تو یہ ہیئت اقرب الی السجدہ ہونے کی وجہ سے بحکم سجدہ ہو کر پھر پورا سجدہ زمین سے لپٹا ہوا نہ ہوگا اور دونوں گھٹنہ اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے بغیر عورت کے لیے عموماً دونوں پیر دائیں طرف نکالنا متعذر رہے گا، بالخصوص زمانہ حمل میں اور یہ چیز عورت کے لیے مستبعد نہیں ہے؛ اس لیے بطور اقتضاء النص کے راجح یہ نکلا کہ عورت سجدہ میں جاتے ہوئے بائیں کولہے پر ٹیک لگائے اور سہارا لیتے ہوئے دونوں پیر دائیں جانب نکال کر، پھر دونوں گھٹنے زمین پر رکھ کر سجدہ میں جاتے ہوئے زمین سے چمٹ کر سجدہ کرے۔

(۲) آلہ مکبّر الصوت کے استعمال کو جائز قرار دیا گیا ہے اور ضرورت ہو تو مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ میں دیکھا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دار العلوم دیوبند۔ (نظام الفتاویٰ، جلد پنجم، جزء اول: ۱۶۹-۱۷۲)

عورت سجدہ اور جلسہ میں پاؤں کیسے رکھے:

سوال: عورت کو سجدہ وجلسہ میں پاؤں کیسے رکھنا چاہئے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

عورت کے لئے کھڑا کرنا قدمین کا سنت نہیں ہے۔

فی الشامی: أنها لاتنصب أصابع القدمین. (۳)

(۱) مع حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلاة، فصل فی بیان سننها: ۲۶۸، دار الکتب العلمیة، انیس

(۲) کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲۱۱/۲، دار الکتب العلمیة، انیس

(۳) رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل فی تالیف الصلاة: ۴۷۱/۱، ظفیر (مطلب: فی إطالة الرکوع للجائی، انیس)

پس سجدہ اور جلسہ میں پیروں کو کھڑا نہ کرے اور جلسہ تشہد وغیرہ میں تورّک کرے۔

فی الشامی: وتتورک فی التشہد. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶۰/۲-۱۶۱)

عورتیں سجدہ کے وقت پاؤں کیسے رکھیں:

سوال: نماز میں بحالت سجدہ عورتیں اپنے دونوں پاؤں مردوں کی طرح کھڑے رکھیں یا بچھاویں، جیسا کہ قعدہ میں عورتوں کو داہنی طرف پاؤں نکال کر بچھانے کا حکم ہے، صرف قدم کے کھڑے رکھنے اور بچھانے میں شبہ ہے کہ اس امر میں قعدہ اور سجدہ کا عورتوں کیلئے یکساں طریقہ ہے یا کچھ فرق ہے؟ باقی سجدہ میں شکم وفخذین وذراعین وغیرہ ملا کر پست ہوکر سجدہ کرنا عورتوں کو یہ تو معلوم ہے،...... کتابوں میں سجدہ کی حالت میں قدمین کو کھڑے رکھنے یا بچھانے کا حکم باوجود تجسس وتلاش کے معلوم نہیں ہوا، عورتوں کے لئے، مردوں اور عورتوں کے طریقہ نماز کا فرق جہاں کتابوں میں بتلایا ہے، وہاں سجدہ کی حالت میں دوسرے فرق کو تو بتلایا ہے، مگر قدمین کو بچھا کر اور داہنی طرف کو نکال کر سجدہ کرنا عورتوں کے لئے نہیں بتلایا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں قدمین کو سجدہ میں مثل مردوں کے کھڑے رکھیں اور آج کل عموماً عورتیں قدمین کو بچھا کر اور داہنی طرف نکال کر مثل قعدہ کے سجدہ کرتی ہیں، اگر کسی کتاب میں یہ طریقہ بتصریح مرقوم ہوتو کتاب کا حوالہ تحریر فرماویں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

ازمولانا عبدالحی لکھنوی: سوال کردہ شد کہ بعض زنان ہند چوں ازقومہ بسجدہ می روند، اول بتورک نشستہ پستر بہماں حالت تورک سجدہ می سازند وجمیع سجدات متورکانہ ادا می سازند، ہر دو پارا بجانب راست کشیدہ، بعض علمانفی آں می کنند ومی گویند کہ نسوان عرب چناں نمی کنند، بلکہ درسجدہ پارا مثل مرداں قائم وانگشتاں را متوجہ بقبلہ می دارند وفعل نسوان ہند بلادلیل است۔

فأجاب رحمه الله: فقہا درکتب خودفروع کثیرہ برائے نسواں ذکر کردہ اند کہ دراں شرکت مرداں نیست منجملہ آں ایں ہم است کہ درسجدہ نصب قدمین مثل مرداں نسازند۔ درالبحر الرائق می نویسد:

لاتنصب أصابع القدمين، كما ذكره في المجتبیٰ. (۲)

ودرجامع الرموز است:

(والمرأة تنخفض) أی توقع الخفض المعهود فلا تنصب أصابع القدمين ولاتبدی الضبعين، إلخ. (۳)

(۱) رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل فی تالیف الصلاة: ۴۷۱/۱، ظفیر (مطلب: فی إطالة الركوع للجائی، انیس)

(۲) البحرالرائق، آداب الصلاة: ۳۳۹/۱، دارالكتاب الإسلامی بيروت. انيس

(۲) جامع الرموز، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۷۰، مطبع نولكشور لكهنؤ. انيس

. پس نہ قائم کردن زنان ہند ہر دو پا را وقت سجدہ موافق اقوال فقہا است، آھ۔ (ج:۱،ص:۷۷)

اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو سجدہ میں قدمین کو مرد کی طرح کھڑا نہ کرنا چاہئے، رہا یہ کہ دائیں طرف نکال کر سجدہ کرے یا بدون اخراج کے سجدہ کرے، تو ان دونوں میں جو صورت زیادہ موجب ستر ہو وہ افضل ہوگی اور بظاہر(۱) دائیں طرف پیر نکال کر سجدہ کرنے میں ضم اللحم باللحم اور ستر زیادہ ہے۔

فهو أولٰى وإن لم أره صريحًا ولكن ورد الأمر بضم اللحم لهن في حديث مرسل وورد مراعاة الأستر لهن في كلام الفقهاء وهذا يؤيد ما قلنا والله أعلم

۸؍رجب ۱۳۴۳ھ۔ (امداد الاحکام: ۲؍۸۲-۸۳)

عورت سجدہ میں پاؤں کس طرح رکھے:

سوال: بہشتی زیور مدلل میں حصہ دوم کے صفحہ: ۲۴ پر یہ عبارت سجدہ کے بیان میں لکھی گئی ہے: ''ہاتھ پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھے، مگر پاؤں کھڑے نہ کرے؛ بلکہ داہنی طرف نکال دے اور خوب سمٹ کر، الخ اور اس میں لفظ مگر نکال دے تک عبارت بڑھائی گئی ہے، اس عبارت کے بڑھ جانے سے احقر کے سمجھ میں یہ آیا ہے کہ سجدہ میں عورت اپنے دونوں پیروں کو مثل تورک کے داہنی طرف نکال دے اور اسی طور سے سجدہ کرے، مگر شامی میں ہے:

وذكر في البحر أنها لا تنصب أصابع القدمين. (۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیروں کو تو عورت کھڑے رکھے اور انگلیوں کو زمین پر بچھائے رکھے اور اسی صورت میں انگلیوں کا قبلہ رخ ہونا ممکن ہے، ورنہ نہیں۔

اور عالمگیری میں ہے:

''والمرأة لاتجافي في ركوعها وسجودها وتقعد علٰى رجليها وفي السجدة تفترش بطنها علٰى فخذيها، كذا في الخلاصة''. (۳)

اس سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت سجدہ کرتے وقت مردوں کی طرح پاؤں پر بیٹھے تورک کے طور پر نہ

---

(۱) اس پر بعد میں اتنا شبہ ہوا کہ پہلے تورک کرنے میں ایک فعل زائد یعنی قعدہ کی زیادت لازم آتی ہے۔

ويمكن أن يقال: إن التورك قبل السجدة إنما هو ليكون السجدة من أولها بضم اللحم باللحم بخلاف ما إذا سجدت أولاً بدون التورك فيكون الضم المذكور حاصلاً بعد لا من أول لكن يشكل عليه زيادة الفعل أشد فلا ينبغي لأجل رعاية الأسترية التي هي مندوبة. منه

(۲) ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۰٤، دار الفكر بيروت. انيس

(۳) الفتاویٰ الهندية، الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها: ۱/ ۷۵، دار الفكر بيروت. انيس

بیٹھے، اور پست سجدہ کرنے میں یہ فرق کافی ہوگا کہ بازوؤں کو کروٹوں میں ملا کر دبائے رکھے اور پیٹ کو رانوں پر جمالیوے اور کلائیوں کو زمین پر بچھائے رکھے اور پنڈلیوں کو بھی زمین پر بچھائے رکھے، بخلاف مردوں کے۔

اور جامع الرموز میں لکھا ہے:

فلا تنصب أصابع القدمين.(۱)

پس ان عبارتوں میں اور مرقومہ بالا بہشتی زیور کی اس عبارت مزیدہ میں مخالفت معلوم ہوتی ہے اور کسی طرح سمجھ نہیں سکا کہ دونوں پیر شمال کی طرف داہنی جانب کو باہر بھی نکلے ہوئے ہوں اور ان کے اوپر بیٹھی ہوئی بھی ہو اور سجدہ کے وقت دونوں پاؤں داہنی طرف نکلے ہوئے بھی ہوں اور انگلیاں بچھی ہوئی قبلہ رو بھی اور دونوں قدم بھی کھڑے ہوں، پس مکلّف ملازمان قدسی صفات ہوں کونسی صورت اختیار کی جاوے، اس سے پیشتر تو احقر شامی اور جامع الرموز اور عالمگیریہ کے موافق بتلاتا تھا اور اب بوجہ نہ سمجھنے کے حیرانی پیدا ہوئی، پس امید ہے کہ تصریح فرمائی جاوئے کہ کونسی عبارت کی اتباع کروں؟

الجواب

فقہا نے عورت کو انتصاب سے مستثنیٰ کر کے توجیہ اصابع الی القبلہ سے مستثنیٰ نہیں کیا او ترک انتصاب کے ساتھ توجیہ اصابع الی القبلہ کی وہی صورت ہے، جو بہشتی زیور میں ہے، اس کے سوا سجدہ میں توجیہ اصابع الی القبلہ کی عورت کے لئے کوئی صورت نہیں۔

ظفر احمد عفا عنہ۔ ۷/ شوال ۱۳۴۸ھ

الجواب الثانی

سوال میں جو تمام روایات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے یہ تو ممکن نہیں ہے؛ کیوں کہ تورک وعدم تورک میں تنافی ہے، پس ''**لا تنصب أصابع القدمين**'' اور ''**وتقعد علىٰ رجليها**''، ان حضرات کی روایت ہے جو تورک کے قائل نہیں، اب فقط یہ سوال باقی رہا کہ توجیہ اصابع الی القبلہ دونوں روایت میں سے کس کی بنا پر ہے، سو احقر کے نزدیک عدم تورک کی حالت میں **لا تنصب الأصابع** کی تصریح ہوتے ہوئے توجیہ اصابع ناممکن ہے اور جو صورت بیان کی گئی جب اس میں توجیہ اصابع ممکن ہی نہیں تو اس کو مستثنیات میں بیان کرنے کی حاجت ہی کیا ہے، **كما لا يخفىٰ** اور تورک کی صورت میں بھی گو بدقّت کسی قدر پاؤں کو موڑ کر قبلہ کی طرف انگلیاں ہوسکتی ہیں اور اسی بنا پر بہشتی زیور میں توجیہ اصابع الی القبلہ کو برقرار رکھا گیا ہے؛ لیکن احقر کے فہم ناقص میں اس صورت میں توجیہ اصابع مامور بہ نہیں ہے

(۱) جامع الرموز، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۷۰، مطبع نولكشور لكهنؤ. انيس

اور گو توجیہ اصابع سے عورت کو کہیں مستثنیٰ نہیں کیا؛ لیکن اس کے واسطے مستقل صورت سجدہ بیان کرنا اور اس صورت میں توجیہ اصابع کا محال یا متعذر رہنا خود استثنیٰ ہے۔ واللہ اعلم

مراقی الفلاح میں ہے:

''(و) يسن (افتراش) الرجل (رجله اليسرىٰ ونصب اليمنى) وتوجيه أصابعها نحو القبلة كما وردعن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما (و) يسن (تورك المرأة) بأن تجلس علىٰ إليتها وتضع الفخذ على الفخذ وتخرج رجلها من تحت وركها اليمنىٰ؛ لأنه أستر لها.

وقال شارحها: (وتوجيه أصابعها) أي باطن أصابع رجله اليمنىٰ نحو القبلة بقدر الإستطاعة فإن توجيه الخنصر لايخلوعن عسر. قهستاني. فقط (۱)

اس سے معلوم ہوا کے قدر استطاعت توجیہ مسنون ہے اور ظاہر ہے کہ مرد کو خنصر کی توجیہ میں اس قدر دقت نہیں، جس قدر تورک کی حالت میں دقت ہوتی ہے، خلاصہ یہ کہ بوجہ دشواری عورت اس حکم سے مستثنیٰ معلوم ہوتی ہے؛ لیکن فقہا نے مستثنیات میں شمار نہیں کیا، اس واسطے اگر سہولت سے ہو سکے کرلیا جاوے، ورنہ کاوش نہ کی جاوے۔ واللہ اعلم

احقر عبدالکریم عفی عنہ۔ ۱۰ رشوال الکریم ۱۳۴۸ھ

التنقيد على الجواب ــــــــــــــــــ الثاني

مشاہدہ میں کلام ہے، احقر کا مشاہدہ یہ ہے کہ توجیہ اصابع الی القبلہ کی آسان صورت تورّک ہی ہے، اس کو محال یا متعذر رکھنا عجیب ہے، منشا اس دشواری یا استحالہ کا یہ ہے کہ مجیب ثانی کے ذہن میں تورّک مع ضم الرّجلین کی صورت نہیں، وہ تورّک مع تفریج الرجلین میں توجیہ اصابع کو دشوار دیکھ کر مطلقِ تورّک میں اس کو دشوار سمجھ گئے۔

ظفر احمد عفا عنہ

ضمیمہ سوال مذکور:

خادم نے یہ سوال خدمتِ سامی میں پیش کیا تھا، جس کا جواب جناب مولانا ومکرمنا مولوی ظفر احمد صاحب نے اور مولانا عبدالکریم صاحب نے تحریر فرمایا ہے جو بعینہ نیاز نامۂ ہٰذا کے ساتھ ارسالِ خدمت گرامی ہے، ان صاحبوں نے جو جواب تحریر فرمایا ہے، اس سے بجائے تردّد و شبہ رفع ہونے کے اور بھی بڑھ گیا، اسی حیرانی میں بفحوائے شفاء العی السوال پھر مکلّف ہوں، موجبِ تردّد یہ ہے کہ جناب مولانا ظفر احمد صاحب جو تحریر فرماتے ہیں کہ فقہا نے عورت کو انتصاب سے، الخ، اس عبارت کا مطلب میں نے یہ سمجھا ہے کہ عورت کے لئے سجدہ میں پاؤں کا کھڑا کرنا فقہا رحمہم اللہ نے مستثنیٰ فرمایا ہے اور توجیہ اصابع للقدمین جائز، بلکہ ضروری ہے اور اس کی یہ صورت ہے کہ قومہ سے جب سجدہ

(۱) حاشية الطحطاوي علىٰ مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان سننها: ۲۶۹، دار الكتب العلمية، انيس

میں جائے تو پاؤں کو داہنی طرف نکال کر سجدہ کرے اور جب میں خاکسار شامی کی عبارت ''**انها لاتنصب اصابع القدمين** '' کو مولانا ظفر احمد صاحب کی عبارتِ جواب سے ملاتا ہوں تو شامی کی عبارت اس سے نہیں ملتی؛ کیوں کہ شامی کی عبارت سے انتصاب القدمین کا استثناء ثابت نہیں ہوتا، بلکہ انتصاب اصابعِ القدمین کا استثنا معلوم ہوتا ہے، چنانچہ رسالہ مفتاح الصلوٰۃ کے صفحہ: ۱۱۸ پر ہے: ''ہشتم انگشتانِ پائے ایستادہ نہ کند'' اور جامع الرموز کی عبارت ''**فلا تنصب أصابع القدمين** '' سے بھی فہمِ ناقص میں یہی سمجھا گیا ہے کہ عورت جب قومہ سے سجدہ میں جائے تو سیدھی سجدہ میں جائے، پہلے زانو ٹیکے پھر ہاتھ ٹیکے، پھر پیشانی وناک ٹیکے اور دونوں پاؤں کو علیٰ صدرور القدمین کھڑے اور اصابع القدمین کو علیٰ بطونہا مفروش رکھے، اس صورت میں توجیہ الی القبلۃ بھی ہوگئی، بوجہ اتم۔

الجواب:

قدمین کی یہ حالت مرد وعورت میں یکساں ہوگئی، کیونکہ مرد بھی قدمین کو سجدہ میں اسی طرح رکھتا ہے، حالانکہ فقہا کی عبارت قدمین کی حالت کو مرد وعورت کے حق میں متفاوت بتلاتی ہے، اب اس کے بعد یہ بتلایئے کہ اس کے مقابل مرد کے واسطے نصبِ اصابع قدمین کی کیا صورت ہوگی، جس میں توجیہ الی القبلہ بھی ہوسکے؟

سوال:

اور فرق مرد اور عورت کے سجدہ میں بھی ہوجاتا ہے اور اس قدر فرق مع دیگر مستثنیات کے کافی ہے؛ کیونکہ فقہا رحمہم اللہ تعالیٰ نے ''**والمرأة تنخفض** '' کی شرح یہی کی ہے کہ عورت بازؤوں کو کروٹ سے ملالیوے اور کلائیوں کو زمین پر بچھائے اور پیٹ کو زانو پر بچھائے اور پنڈلیوں سے زانو کو ملائے اور پاؤں کی انگلیوں کو زمین پر بچھائے، یہ صورت تو تمام کتبِ فقہ میں پائی جاتی ہے، مگر جس صورت کو مولانا ظفر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ توجیہ اصابع القدمین کی مع انتصاب القدمین کے استثناء کے سوا صورتِ مسطورۂ بہشتی زیور کے اور کوئی صورت ہی نہیں، وہ یعنی بحالتِ سجدہ عورت دونوں پاؤں کو داہنی طرف نکال کر سجدہ کرے تو اس صورت میں تو توجیہ اصابع القدمین الی القبلہ کہاں ہے؟ یہ تو عقلاً ونقلاً توجیہ اصابع الی الشمال ہے، البتہ اسی صورت کو توجیہ اصابع الی القبلہ فرض کرلیا جائے تو یہ اور بات ہے۔

الجواب:

یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے مشاہدہ سے، تحریر سے کیوں کر واضح کیا جائے، حاصل یہ ہے کہ رِجلین کو داہنی طرف نکال کر اگر پیروں کو خوب ملایا جائے، جیسا......عورتوں کو ضمِ رجلین کا حکم ہے تو توجیہ الی القبلۃ اصابع کی بہت آسان ہے، ہاں اگر ضم نہ کیا جائے؛ بلکہ رِجلین میں تفریج ہو تو توجیہ الی الشمال ہوگی۔

سوال:

اوراس صورت میں جواحقر کی سمجھ میں ان عباراتِ مرقومہ سے آئی ہے، حدیث: ’’أمرت أن أسجد علی سبعة أعظم علی الجبهة والیدین والرکبتین وأطراف القدمین‘‘. (متفق علیه) (۱) سے بھی پوری پوری موافقت ومطابقت ہوجاتی ہے اوراگر پاؤں کو داہنی طرف نکال کر سجدہ کیا تو سات اعضا کے عوض کُل پانچ اعضا پر سجدہ ہوگا تو اس لحاظ سے بھی وہ صورت اقرب الی الصواب معلوم ہوتی ہے، نہ یہ صورت جس میں پانچ اعضا پر سجدہ ہو؟

الجواب:

حدیث میں اطراف القدمین آیا ہے، جس سے وہ صورت بھی خارج نہیں جو بہشتی زیور میں مذکور ہے؛ کیوں کہ ہر قدم کی کروٹ زمین سے ملی رہے گی تو اطرافِ قدمین پر سجدہ ہوگیا، البتہ اطراف سے مراد اگر اصابع ہوں تو بے شک بہشتی زیور کے خلاف ہوگا، فلیحرر ولیتأمل.

سوال:

اور یہ صورت جو قومہ سے چل کر عورت پہلے بیٹھ کر دونوں پاؤں کو داہنی طرف نکال کر بعد اس کے سجدہ کرے (اسی کی تمام عورتیں عادی ہیں، جو غالباً تمام ہندوستان بھر کی عورتوں کا تعامل اسی طور رہے) کسی فقیہ نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے، یا انتصاب القدمین کو کسی نے لکھا ہے یا فقط انتصاب اصابع القدمین سے انتصاب القدمین مراد لیا جاتا ہے، (عبارت زائدہ) احقر نے بہت دیکھا بھالا، مگر اس فرق مرقومہ کے سوا اور فرق کسی نے نہیں لکھا ہے، عورت انتصاب اصابع الرجلین میں مستثنیٰ ہے، نہ انتصابِ قدمین میں، پس امید ہے کہ جواب شافی سے احقر کے تردّد وپریشانی کو رفع فرماویں گے۔

الجواب:

عباراتِ فقہا میں تو لا تنصب أصابع القدمین ہی وارد ہے، مگر ترکِ نصب اصابع سے ترکِ نصب قدمین دو وجہ سے مراد لیا گیا ہے، ایک یہ کہ اس میں ستر زیادہ ہے، اور عورتوں کو اختیار ستر کا امر ہے، دوسرے اس میں توجیہ اصابع الی القبلہ بھی ہے، اگر عورت نصبِ قدمین کرے تو اس میں ستر کی تقلیل ہے، پھر اس کے ساتھ اگر نصب اصابع نہ

(۱) عن ابن عباس قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: أمرت أن أسجد علی سبعة أعظم علی الجبهة وأشار بیده علی أنفه والیدین والرکبتین وأطراف القدمین ولا نکتف الثیاب والشعر. (الصحیح للبخاری، باب السجود علی الأنف (ح: ۸۱۲)/الصحیح لمسلم، باب أعضاء السجود والنهی عن کف الشعر (ح: ۴۹۰)/سنن النسائی، السجود علی الیدین (ح: ۱۰۹۷) انیس)

کرے بلکہ بقولِ سائل کے ان کو قبلہ رو بسط کرے تو فقہا کا نصب اصابع رجلین میں عورت و مرد کو متفاوت بتلانا لغو ہوگا؛ کیوں کہ یہی صورت مرد بھی کرتے ہیں، اس کو ''**لا تنصب أصابع القدمين**'' کی تفسیر بنانا غلط ہے، بس صحیح تفسیر یہی سمجھ میں آئی کہ مراد یہ ہے کہ عورت پیروں کی انگلیوں کو زمین پر کھڑا نہ کرے، نہ قبلہ رو، نہ ترکِ استقبال کے ساتھ، بلکہ پیروں کو اس طرح بچھائے کہ اصابع قبلہ رُو ہوں۔ واللہ اعلم

سوال:

اور جناب مولانا عبدالکریم صاحب زادمجدہ نے زیب رقم فرمایا ہے کہ سوال میں جو تمام روایات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے، الخ؟

احقر نے جمع کرنے کی کوشش نہیں کی، بلکہ صرف یہ استفسار ہے، کسی نے فقہا متقدمین یا متأخرین سے یہ صورت (جو اس مزید فرمودہ عبارت سے مفہوم ہے اور تمام ہند کی عورتیں قریب قریب اسی طرح کرتی بھی ہیں) لکھی بھی یا نہیں لکھی، اگر لکھی ہے تو کس نے اور اگر نہیں لکھی تو یہ استثنا انتصاب القدمین کی ان عبارات سوال کے مخالف ہے؛ کیوں کہ ان عبارتوں میں وہ صورت معلوم ہوتی ہے، نہ یہ کہ پاؤں کو داہنی طرف نکالا جائے، احقر نے یہ لکھا ہے کہ سجدہ میں تورّک کی صورت نہ بیٹھے؛ بلکہ خوب سمٹ کر سجدہ پست کرے، مگر پاؤں کو کھڑا رکھے علی صدور القدمین اور انگلیوں کو مفروش علیٰ بطونہا موجہ الی القبلہ رکھے اور جلسہ میں عورت اپنے دونوں پاؤں کے اوپر بیٹھے، ان عبارتوں سے میں نے یہ سمجھ کر بہشتی زیور کی اس مزید عبارت کو ان عبارتوں کے خلاف سمجھ کر یہ سوال لکھا ہے، تورّک تو قعدوں میں ہی کیا جاتا ہے، سجدوں اور جلسوں میں نہیں کیا جاتا، اگر جلسہ اور حالتِ سجدے میں کسی نے لکھا ہے تو لکھئے۔ والسلام

الجواب:

یہ سوال حضرت علاّمہ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کیا گیا ہے، انہوں نے زنانِ ہند کے اس طریقِ سجدہ کو اقوالِ فقہا کے موافق بتلایا ہے، اسی کے موافق بہشتی زیور میں مسطور ہے اور فقہا کی عبارت سے جس طرح یہ مضمون سمجھا گیا ہے، اوپر لکھ دیا گیا، دوسرے علما سے بھی مراجعت کر لی جائے۔ **فلعل اللّٰه يحدث بعد ذلك أمرًا.**

سوال:

آنجناب نے جو فقیر کے جواب میں تحریر فرمایا ہے، اس سے تسلّی و تشفی پھر بھی نہیں ہوئی؛ کیوں کہ آنجناب تحریر فرماتے ہیں، اول عباراتِ فقہا تو '' **لاتنصب اصابع القدمين** ''، ہی وارد ہے، مگر نصبِ اصابع سے ترک نصب قدمین دو وجہ سے مراد لیا گیا ہے، الخ، فقیر کے نزدیک یہ بیان صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ آنجناب فرماتے ہیں کہ اصابع سے قدم مراد ہے؟

الجواب:

یعنی اس عبارت میں جو عورتوں کے متعلق ہے۔

سوال:

اور یہ خلاف ہے فقہا کے؛ کیوں کہ کبیری مطبوعہ فخر المطابع کے صفحہ:۲۰۸ پر ہے:

''المراد من وضع القدم وضع أصابعها؟

الجواب:

یہ عبارت مردوں کے متعلق ہے۔

سوال:

تو جبکہ وضعِ قدم سے وضعِ اصابع مراد مان لیں تو وہ تحریر سامی اس کے خلاف ہوگی، پس اسی کے موافق ومؤید ہے عبارت عالمگیر یہ، پس اُنگلیاں کھڑی کرنا مردوں کا اور بچھانا عورتوں کا کافی ہے

الجواب:

مردوں کا انگلیاں کھڑی کرنا آپ نے کہاں سے نکالا اور اس صورت میں مرد توجیہ اصابع الی القبلہ کیوں کر کرے گا۔

سوال:

تفاوت مع دیگر امور متفاوتہ سجدہ کے؛ یعنی کلائیاں زمین پر بچھی ہونا اور رانیں پنڈلیوں سے ملی ہوئی ہونا اور بازوؤں کا کروٹوں سے اور رانوں سے چسپاں رکھنا اور پیٹ کو زانو پر بچھانا اور دونوں پیروں کے اوپر بیٹھنا جلسہ میں اور سجدہ میں زانوؤں سے متصل کرنا، چنانچہ عالمگیری کی یہ عبارت جلسہ اور سجدہ کی ہیئت کو صاف بتلاتی ہے:

والمرأة لاتجافی فی رکوعها وسجودها وتقعد علٰی رجلیها وفی السجدة تفترش بطنها علٰی فخذیها، کذا فی الخلاصة. (۱)

اور اس کا ترجمہ مولوی امیر علی صاحب یوں کرتے ہیں؛ (ترجمہ، عالمگیری جلد اول صفحہ:۱۰۱):

عورت اپنے اعضا کو رکوع اور سجود میں ملا ہوا رکھے، جدا جدا نہ کرے اور سجدہ میں دونوں پاؤں پر بیٹھے اور پیٹ کو زانو پر بچھاوے، الخ، اس سے بھی صاف بیان ہوگیا کہ یہ فرق جو بندہ نے عرض کیا ہے کافی ہے اور یہ بھی واضح ہوگیا

(۱)　الفتاویٰ الهندیة، الفصل الثالث فی سنن الصلاة وآدابها: ۷۵/۱، دار الفکر بیروت. انیس

کہ سجدہ کے وقت اور جلسہ میں عورت متورّک نہ ہوے؛ بلکہ پاؤں کے اوپر بیٹھے، اور مذکورہ ومرقومہ عبارت سے اصابع الرجلین کا نصب نہ کرنا لغونہیں ہے؛ کیوں کہ قدمین سے مراد اصابع ہے، **كما حققه في عبارة الكبيري.**

دوم اینکہ قدمین کی یہ حالت مرد وعورت میں، الخ، قدمین کو مرد بھی کھڑے رکھے اور عورت بھی کھڑے ہی رکھے، اور مرد انگلیوں کو کھڑی رکھے؟

الجواب:

قبلہ رُخ کیوں کر ہوں گی؟

وفي الحديث المتفق عليه عن أبي حميد أنه صلى الله عليه وسلم كان يفتح أصابع رجليه إذا سجد أي يثنيها ويعطفها ويكسرها لتتوجه إلى القبلة،(۱) اور انگلیوں کا کھڑا کرنا اس کے خلاف ہے۔

سوال:

اور عورت انگلیوں کو مفروش رکھے اور قدمین بقولِ آنجناب ملائے رکھے، یہ فرق سجدہ کا ہوا اور جب جلسہ میں بیٹھے تو دونوں پیروں پر بیٹھے، جلسہ میں تورّک کر کے نہ بیٹھے اور مرد ایک پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھے، اور دوسرے کو کھڑا رکھے، بایں طور کہ اس کی انگلیاں مفروش و روبقبلہ ہوں، پس یہ تفاوت کافی ہے، اس کو عالمگیری کی عبارت مرقومہ میں غور فرمانے پر خوب سمجھ سکتے ہیں، فہم ناقص میں جو آیا ہے عرض کر دیا ہے، مرد کے واسطے اصابع کو کھڑا رکھنا آیا ہے اور اس کو یوں بتلایا ہے، کبیری فخر المطابع: "**المراد بوضع الأصابع توجيهها نحو القبله ليكون الاعتماد عليها**"، اس سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ انگلیوں کے سر زمین پر معتمد ہونا اس میں توجیہ بھی ہو جاتی ہے۔

الجواب:

اگر اصابع کا سر زمین پر معتمد ہو تو قبلہ رُو ہرگز نہ ہوں گی اور اگر مرد نے انگلیوں کو دبا دیا اور دبا کر قبلہ رو کیا تو یہی صورت آپ عورتوں کے لئے تجویز کر رہے ہیں؛ حالانکہ فقہا کا یہ قول کہ "**والمرأة لا تنصب أصابع قدميها**" **إلخ**، بتلاتا ہے کہ یہ حکم عورتوں کے لئے خاص ہے، مرد وعورت دونوں اس میں مشترک نہیں، پس نصب اصابع وترکِ نصبِ اصابع کی ایسی صورت بتلائیے، جس میں مرد وعورت دونوں سجدہ میں پیروں کی انگلیوں کو قبلہ رُو بھی کریں، پھر مرد نصب اصابع کریں اور عورتیں ترکِ نصب اصابع، آپ کی اس تطویل سے یہ اشکال حل نہیں ہوا۔

---

(۱) في البخاري، باب سنة الجلوس في التشهد (ح: ۸۲۸) بلفظ: فإذا سجد وضع يديه غير مفترش ولا قابضهما واستقبل بأطراف أصابع رجليه القبلة/وفي المنتقى لابن الجارود، صفة صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم (ح: ۱۹۲) بلفظ: وكان يفتح أصابع رجليه إذا سجد. انيس

سوال:

کیونکہ کسی قدر دبانے سے ذرا سا انگلیوں کے سرُ و بقبلہ ہو جاتے ہیں، مگر اس میں تکلیف ضرور ہے، سوم یہ بات مشاہدہ سے الخ یہ تحریر سے بھی سمجھ میں......آتی ہے، چنانچہ ان عباراتِ منقولہ میں غور کرنے سے صاف واضح ہو جاتا ہے داہنی طرف پیروں کا نکالنا اور ان کو ملانا اس کی کیا ضرورت ہے، جبکہ کسی نے اس کو لکھا ہی نہیں ہے؟

الجواب:

اور آپ نے مردوں کے لئے جو صورت نصب اصابع کی لکھی ہے، جس میں استقبالِ اصابع نہیں، وہ کس نے لکھی ہے۔

سوال:

اور وہ صورت جو لکھی ہوتی ہے، وہ نہایت استر ہے تو پھر اسی کا عامل ہونا لازم ہے، نہ اس صورت کا، یہ صورتِ تورّک تو قعدہ کی ہے نہ سجدہ کی، جس کے لئے یہ تکلف گوارا کیا جائے اور یہ آسان بھی نہیں ہے اور آسان بھی وہی شکل ہے جس کو فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہے، البتہ چونکہ اس صورتِ تورّک کی عورتیں عادی ہو چکی ہیں، ان کو آسان معلوم ہوتی ہو گی، مگر جبکہ اس صورت کو لکھا ہی نہیں تو پھر اس کو چھوڑ کر اصل صورت کو اختیار کرنا کرانا چاہئے اور تعامل موجودہ مروّجہ قابلِ اعتبار نہیں، بہت سی باتیں مذہب کے خلاف مروّج ہیں جن کے سنوارنے میں علماء رحمہم اللہ کو دشواریاں پیش آتی ہیں، چنانچہ مردوں کو قبروں میں چت لٹاتے ہیں، حالانکہ کروٹ پر لٹانا تمام کتب میں مسطور و مزبور ہے۔

الجواب:

اس وعظ کی ضرورت نہیں، کلام اسی میں ہے کہ عورتوں کی یہ صورتِ سجدہ شرع کے موافق ہے یا نہیں؟

سوال:

اسی طرح مسئلہ زیر بحث کا حال معلوم ہوتا ہے کہ خلاف قاعدہ مروّج ہو گیا ہے، گو کتبِ مذہب میں مصرّح ہے، چہارم حدیث من اطراف القدمین الخ اطراف القدمین سے مراد انگلیاں ہیں، نہ کہ قدمین کی کروٹیں، کیونکہ شامی اور عنایہ شرح ہدایہ والکبیری وغیرہا میں انگلیاں رکھنا ہی فرض بتلایا ہے، نہ کہ کروٹیں تو کروٹیں مراد لینا اطراف القدمین سے کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے، چنانچہ کبیری کی عبارت یہ ہے:

"ثم المراد من وضع القدم وضع أصابعها،قال الزاهدی:ووضع رؤس القدمين حالة السجود فرض وفی مختصر الكرخی:سجد ورفع أصابع رجليه عن الأرض لاتجوز وكذا فی الخلاصة والبزازی: وضع القدم بوضع الأصابع وإن وضع أصبعاً واحدة أووضع ظهر القدم بلا أصابع إن

وضع مع ذلک إحدی قدمیه صح وإلاّ فلا وفهم من هٰذا أن المراد بوضع الأصابع توجیهها نحو القبلة لیکون الاعتماد علیها وإلا فهو وضع ظهر القدم وقد جعله غیر معتبر وهٰذا مما یجب التنبیه له فإن أکثر الناس عنه غافلون". (۱)

الجواب:

یہ عبارت مردوں کے متعلق ہے، ان کے واسطے اعتماد علی الاصابع میں کلام نہیں، مگر جب عورتوں کو اعتماد علی الاصابع سے منع کیا گیا ہے تو ان کو یہ عبارت عام نہیں اور اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو صورت مردوں کے لئے نصب اصابع کی آپ نے اوپر لکھی ہے وہ غلط ہے؛ کیوں کہ وضع اصابع ونصب اصابع سے مراد توجیہ الی القبلہ ہے، نہ مطلق وضع اور مطلق نصب۔

سوال:

اس میں میں نے غور کرنے سے یہی سمجھا کہ اطراف سے مراد انگلیاں ہیں اور باقی مسئلہ کی صورت بھی اس سے نکل آتی ہے اور فتاویٰ سراجیہ (جو فتاویٰ قاضی خاں کے حاشیہ پر ہے) کے صفحہ: ۵۲ پر ہے:

المرأة سجودها تنخفض ولا تنصب کانتصاب الرجل وتلزق بطنها علٰی فخذیها وتجلس للتشهد علٰی إلیتها الیسریٰ وتخرج رجلیها من الجانب الآخر. (۲)

اس میں ظاہر طور سے معلوم یہی ہوتا ہے کہ انتصاب القدمین عورت کو کرنا ہے، مگر مرد کے مثل نہ کرے، بلکہ اس کے خلاف کرے، اور وہ انگلیوں سے بسط سے حاصل ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ اس میں انتصاب کی نفی نہیں کی؛ بلکہ مماثلت کی نفی ہے، پس ان تمام عبارتوں سے تو وہ عبارت زائدہ بہشتی زیور کی صحیح نہیں معلوم ہوتی، اور مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اگر کوئی عبارت کسی کتاب کی نقل فرمائی ہو تو فبہا، ورنہ بلا نقل کے ان کا اجتہاد ہوگا، جو ان عبارتوں کے شاید کہ خلاف بھی مانا جائے گا اور فقیر کا اعتماد جو اپنے حضرت مرشدنا (**مد اللّٰه تعالٰی ظلال فیضانه إلٰی یوم الدین**) پر ہے، وہ اور کسی پر نہیں ہے۔ (**واللّٰه علٰی ما أقول وکیل**)

الجواب:

مولانا عبدالحی صاحبؒ نے فقہا کے کلام سے سمجھ کر لکھا ہے اور وہ مسلم، صاحب فتویٰ اور صاحب وسیع النظر ہیں، ان کا استنباط ہمارے آپ کے استنباط سے مقدم ہے، تفصیل کا شوق ہو تو ان کا فتویٰ ملاحظہ فرما لیا جائے۔

(۱) الکبیری شرح منیة المصلي، باب صفة الصلاة: ۳۸۵، ط: سندہ. انیس

(۲) الفتاویٰ السراجیة، کتاب الصلاة.

تتمّہ:

عباراتِ فقہا سے قطع نظر کرکے اب میں حدیث کی طرف توجّہ کرتا ہوں، حضرت علیؓ کی حدیث میں ہے:

وإذا سجدت المرأة فلتحتفز ولتضم فخذيها. (رواه ابن أبی شيبة بسند حسن)

اورعبداللہ بن عمرؓ کی مرفوع حدیث میں ہے:

إذاسجدت المرأة ألصقت بطنهاعلٰی فخذها،وفی رواية بين فخذيها كأسترمايكون. (رواه البيهقی)

اوریزید بن ابی خبیبؒ کی مرسل روایت میں ہے:

قال للمرأتين: إذا سجدتما فضما بعض اللحم إلی الأرض، فإن المرأة فی ذلک ليست كالرجل. (رواه أبوداؤد فی مراسيله،والروايات كلها فی إعلاء السنن)(۱)

اس سے امورِ ذیل معلوم ہوئے:

(۱)　عورت سجدہ میں احتفاز کرے، **والاحتفاز التضام فی السجود.**

(۲)　عورت سجدہ میں پورے ستر کے ساتھ جتنا ممکن ہو پیٹ کورانوں سے چپکائے۔اب ہمارا خیال یہ ہے کہ پورے ستر کے ساتھ الصاق بطن بالفخذ ین اور پورا التضام اعضا اور زمین سے گوشت کومنضم کردینا اسی صورت سے متحقق ہے، جو بہشتی زیور میں ہے اور جوصورت آپ نے تجویز کی ہے، نہ اس میں پورا الصاق ہے، نہ پورا ستر ہے، نہ زمین سے گوشت کا انضمام ہے، مجھے امید نہیں کہ اس تفصیل کے بعد بھی آپ میری بات مانیں گے، مگر اس کا اتنا اثر ہونا چاہئے کہ آپ عورتوں کے مروّجہ سجود پر انکار نہ کریں اور یہ سمجھ لیں کہ اس کی بھی گنجائش ہے، ہاں اپنی مستورات کوآپ کو جوصورت چاہیں تعلیم کریں، اس کا اختیار ہے۔

۶/ذیقعدہ ۱۳۴۸ھ۔(امدادالاحکام:۲/۱۰۱-۱۱۱)☆

(۱)　إعلاء السنن،طريق السجود: ۲۶/۳،رقم الحديث: ۳۰/۳/۷۷۵،رقم الحديث: ۳۳/۳/۷۷۷،رقم الحديث: ۷۷۸، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراتشی،باكستان.انيس

☆　<u>سجدہ میں توجیہ اصابع رِجلین عورتوں کے لئے بھی مسنون ہے:</u>

سوال:　نماز میں حکم ہے کہ بحالتِ سجدہ اصابعِ رِجلین متوجہ الی القبلہ ہونی چاہئیں، کیا عورتوں کے لئے بھی یہی حکم ہے، اگر نہیں ہے تو نسا کا استثنا کہاں مذکور ہے؟

الجواب

بحالتِ سجدہ توجیہ اصابع الی القبلہ عورتوں کے لئے بھی مسنون ہے، اوروہ اس کوسہولت کے ساتھ ادا کرسکتی ہیں، مگر سُستی کرتی ہیں۔

۲۴/ذیقعدہ ۱۳۴۸ھ۔(امدادالاحکام:۲/۱۱۱)

==

عورتیں سجدہ میں پاؤں کی انگلیاں کس طرح رکھیں:

سوال: عورتیں سجدہ میں پاؤں کی انگلیاں کھڑی رکھیں یا بچھاویں؟

الجواب

عورتوں کے حق میں پاؤں کی انگلیاں کھڑا کرنا مشروع نہیں ہے۔

وذكر فى البحر: أنها لاتنصب أصابع القد مين، إلخ. (شامی)(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۱۶۴)

عورت کے لئے سجدہ اور جلسہ کی ہیئت:

سوال: عورت کی نماز میں بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ! ''سجدہ کے وقت ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھے مگر پاؤں کھڑے نہ کرے، بلکہ داہنی طرف نکال دے''، انتہی۔

ایضاً: جب دوسرا سجدہ کرے تو بائیں چوتڑ پر بیٹھے''، انتہیٰ۔(۲)

پہلے مسئلہ میں بحر کا حوالہ ہے۔

''إنها لاتنصب أصابع القدمين''. (۳)

== عورتوں کا سجدہ میں پاؤں داہنی جانب نکالنا ثابت ہے یا نہیں:

سوال: ہندوستان میں عورتیں سجدہ کی حالت میں دونوں پیر داہنی جانب نکال دیتی ہیں؛ لیکن یہ امر کسی کتاب میں باوجود تتبع نظر سے نہیں گذرا، روایات عالمگیری وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ میں عورت کو پیر بٹھالینا چاہئے کھڑے نہ کرے۔ داہنی طرف نکالنا ثابت نہیں ہوتا، تحقیق کیا ہے؟

الجواب

اس بارہ میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے اور جو روایات نقل فرمائی ہیں، ایسا ہی شامی میں ہے اور کبیری شرح منیہ میں ہے:

''وأما المرأة فإنها تنخفض أى فتضامن وتتسفل فى السجود وتلزق بطنها بفخذيها وتضم ضبعيها وهٰذا تفسير الإنخفاض وذلك لأن مبنى أمرها على الستر فكان السنة فى حقها ماكان أستر من الهيئات، إلخ. (غنية المستملى: ۳۱۳، ظفير)(بيان صفة الصلاة، انيس)

پس غالباً اس وجہ سے کہ پیروں کو باہر نکالنے میں تسفل اور انخفاض اور انضمام زیادہ ہوسکتا ہے اور تورک فی التشہد کے لئے تمہید ہے، اس لئے یہ معمول ہوا، باقی اس سے زیادہ اس کی تحقیق احقر کو بھی نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۱۷۱-۱۷۲)

(۱) رد المحتار، باب صفة الصلاة : ۴۷۱/۱، ظفير (مطلب فى إطالة الركوع للجائى، انيس)

(۲) بہشتی زیور، حصہ دوم، فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان: ۱۳۱-۱۳۲، دارالاشاعت کراچی

(۳) البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۵۶۱/۱، رشيدية كوئٹه

مجھ کو یہ علم تھا کہ پہلے سجدہ میں بائیں پیر پر بیٹھے اور دایاں پاؤں مثل مرد کے کھڑا رکھے اور خوب سمٹ کر اور دب کر سجدہ کرے، اگر بقول مولانا پاؤں دائیں طرف نکال دے گی تو تورک کی صورت ہوگی جو تشہد کے سویٰ نہ چاہئے کہ بائیں پاؤں پر بیٹھے اور دایاں پاؤں کھڑا نہ کرے؛ بلکہ داہنی طرف نکال دے یا کھڑے رکھے، بہر حال تفصیل ہونی چاہئے، مع حوالہ کتب فقہ جواب مرحمت ہو؟

الجواب ــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

بحر والی عبارت طحطاوی، شامی، سعایہ میں بھی موجود ہے،(۱) اس کے خلاف فقہ حنفیہ میں کہیں نہیں دیکھا، اگر چہ پاؤں داہنی طرف نکالنے کی کوشش کہیں نہیں ملی؛(۲) لیکن پاؤں کھڑے نہ کرنے کی تصریح بہت سی کتابوں میں ہے:

”والمرأة مستثناة من أمر النصب لما أن الأحب في حقها ما هو أسترلها، كما يفهم من الروايات الأخيرة، كمارواه أبو داؤد مرسلاً، آهـ“. (الكوكب الدرى: ۱۳٦/۱)(۳)

جو کیفیت عورت کے سجدہ کی فقہا نے بیان کی ہے، اس کا تقاضہ یہ ہے کہ پیر داہنی طرف نکال لے، ورنہ اس کو دقت ہوگی: **والمرأة تنخفض فلا تبدى عضديها وتلصق بطنها بفخذيها؛ لأنه أستر، آهـ.** (طحطاوى: ۲۲۳/۱)(۴)

... البتہ قدر تغیر کے ساتھ مراقی الفلاح میں بھی موجود ہے،(۵) پیر کھڑے رکھنے سے الصاق بطن دشوار ہوتا ہے۔

فقہا نے تصریح کی ہے کہ جلسہ بین السجدتین کی کیفیت تشہد قعود کی طرح ہے اور قعود تشہد میں پیروں کا داہنی طرف نکالنا عورت کے حق میں سب جگہ مصرح ہے:

”ويرفع رأسه مكبرًا، ويجلس، ولم يذكر كيفيته، وفسره القهستانى بقوله: أى يوقع الجلوس المعهود من الرجل والمرأة انتهى، فأشار إلى أن كيفية هٰذاالجلوس هو كيفية جلوس التشهد عندنا وقال العلامة قاسم ابن قطلوبغافى رسالته الأسوس فى كيفية الجلوس: بعض إخوانى سألنى عن

---

(۱) أنها لاتنصب أصابع القدمين. (حاشية الطحطاوى على الدر المختار، كتاب الصلاة، فصل: الشروع فى الصلاة: ۲۲۳/۱، دار المعرفة، بيروت)

(۲) وإن كانت إمرأةً، جلست على إليتها اليسرىٰ، وأخرجت رجليها من الجانب الأيمن، كذا فى الهداية. (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الرابع فى صفة الصلاة، الفصل الثالث فى سنن الصلاة وآدابها: ۷۵/۱، رشيدية)

(۳) الكوكب الدرى، أبواب الصلوة، باب ماجاء فى وضع اليدين ونصب القدمين: ۱۳٦/۲، المكتبة اليحيوية سهارن فور (الهند)

(۴) یہ عبارت درمختار کی ہے، دیکھئے: (الدر المختار، كتاب الصلاة، فصل فى بيان تأليف الصلاة إلىٰ انتهائها: ۵۰٤/۱، سعيد) (باب صفة الصلاة) / قدرے تغیر کے ساتھ حاشیۃ الطحطاوی مع مراقی الفلاح کی عبارت یہ ہے: والمرأة تخفض فتضم عضديها لجنبيها وتلزق بطنها بفخذيها. (فصل فى ترتيب كيفية أفعال الصلاة: ۲۸۳، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

(۵) مراقى الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب فى كيفية ترتيب: ۲۸۳، قديمى

كيفية الجلوس بين السجدتين عندعلمائنا،فأجبت بأنها كجلسة التشهد، اهـ". (السعاية: ۲۰۷/۲)(۱)

فقط و اللّٰہ سبحانہ تعالیٰ

حررہ العبد محمود عفی اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور-۵/۶/۵۷ھ-

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف-۹/ جمادی الثانیہ/ ۵۷ھ-(فتاویٰ محمودیہ: ۶۱۹/۵-۶۲۱) ☆

(۱) السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲۰۶/۲-۲۰۷، سهيل اكيڈمی لاهور)

☆ سوال متعلقہ استفتا بالا:

حضرت مولانا مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور عمت افاداتہ! سلام مسنون

میرے استفسارات: ۲۸/۱۷/۴ کو جواب موصول ہوا-

سوال: میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالی نے بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ "سجدہ کے وقت ہاتھ پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھے مگر پاؤں کھڑے نہ کرے بلکہ داہنی طرف نکال دے انتہی"-

ایضاً "جب دوسرا سجدہ کر چکے تو بائیں چوتڑ پر بیٹھے، انتہی"-(بہشتی زیور حصہ دوم، فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان: ۱۳۱-۱۳۲، دارالاشاعت، کراچی)

پہلے مسئلہ میں بحر کا حوالہ ہے:

"**إنها لاتنصب أصابع القدمين**". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۵۶۱/۱، رشيدية كوئٹة)

آپ نے جواب ارسال فرمایا ہے:

"بحر والی عبارت طحطاوی (حاشية الطحطاوی علی الدر المختار، كتاب الصلاة، فصل الشروع في الصلاة: ۲۲۳/۱، دار المعرفة بيروت)، سعایہ (السعاية في كشف مافي شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲۰۶/۲، سهيل اكيڈمی لاهور) وغیرہ میں بھی موجود ہے، اس کے خلاف فقہ حنفیہ میں کبھی کوئی جزئیہ نہیں دیکھا، مگر پاؤں داہنی طرف نکالنے کی تصریح بھی نہیں مل سکی؛ لیکن پاؤں نہ کھڑے کرنے کی تصریح بہت سی کتابوں میں ہے:

"**والمرأة مستثناة من أمر النصب بماأن الأحب في حقها هو أسترلها، كما يفهم من الروايات الأخرة، كمارواه أبوداؤد مرسلاً، آهـ".** (الكوكب الدري: ۱۳۶/۱)(الكوكب الدري، أبواب الصلوة، باب ماجاء في وضع اليدين ونصب القدمين: ۱۳۶/۲، المكتبة اليحيوية سهارن فور (الهند)

جو کیفیت عورت کے سجدہ کی فقہانے بیان کی ہے اس کا تقاضہ یہ ہے کہ پیر داہنی طرف نکال لے ورنہ اس کو دقت ہوگی:

"**والمرأة تنخفض فلا تبدي عضديها وتلصق بطنها بفخذيها؛ لأنه أسترلها، آهـ".** (طحطاوی: ۲۲۳/۱)

(یہ عبارت درمختار کی ہے، دیکھئے: (الدر المختار، كتاب الصلاة، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها: ۵۰٤/۱، سعيد)

البتہ قدر تغیر کے ساتھ مراقی الفلاح میں بھی موجود ہے-(مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب في ترتيب كيفية أفعال الصلاة: ۲۸۳، قديمي)

پیر کھڑے رکھنے سے الصاق بطن دشوار ہوتا ہے- ==

خنثیٰ رکوع وسجود کیسے کرے:

سوال: خنثیٰ نماز پڑھتے ہوئے جب رکوع وسجود کرے تو کیا وہ رکوع اور سجدہ مردوں کی طرح یا عورتوں کی طرح۔

== فقہانے تصریح کی ہے کہ جلسہ بین السجدتین کی کیفیت قعود وتشہد کی طرح ہے اور قعود وتشہد میں پیروں کا داہنی طرف نکالنا عورت کے حق میں سب جگہ مصرح ہے:

"ویرفع رأسه مكبرًا،ويجلس،ولم يذكر كيفيته،وفسره القهستانی بقوله:أی يرفع لابجلوس المعهود من الرجل والمرأة انتهى،فأشارإلى أن كيفية هذ الجلوس كيفيةجلوس التشهدعندنا ، وقال العلامة قاسم بن قطلوبغافی رسالته الأسوس فی كيفيةالجلوس:بعض إخوانی سألنی عن كيفية الجلوس بين السجدتين عندناعلمائنا،فأجبت بأنها كجلسة التشهدآهـ".(السعاية: ٢/ ٣٠٧)(السعاية فی كشف مافی شرح الوقاية ،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة: ٢/ ٢٠٦ ،سهيل اكيڈمی،لاهور)

اب آپ کا ارشاد ختم ہوا، مجھے جناب کے اس ارشاد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جلوس بین السجدتین میں عورت تورک کرے؛ حالانکہ بہشتی زیور میں تشہد میں تورک کی تصریح کی ہے، یہاں بھی تورک ہوتا تو تورک لکھ دیتے ،لہٰذا اگر دونوں جگہ تورک ہو تو ضرور تورک کرنا چاہئے ، بائیں پیر پر بیٹھنا جائز نہ ہوگا،یعنی جلوس بین السجدتین۔

اب ارشاد فرمایئے کہ میں نے عبارات کا مطلب صحیح سمجھا یا نہیں؟ حالانکہ بائیں پیر پر بیٹھنے میں الصاق بطن بخوبی ہوتا ہے اور جلوس بین سجدتین وجلسہ تشہد میں فرق ہے، دونوں جگہ تورک نہیں ہے۔قاسم بن قطلو بغا کون ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

جلسہ بین السجدتین کی کیفیت حنفیہ کے نزدیک ایسی ہی ہے،جیسی جلوس تشہد کی ہے؛یعنی مرد کے حق میں داہنا پیر کھڑا کر کے بائیں پیر پر بیٹھنا اور عورت کے حق میں تورک کرنا۔(**"وافتراش رجله اليسرى فی تشهد الرجل".(الدرالمختار) "قوله:(وافتراش رجله اليسرىٰ):أی مع نصب اليُمنىٰ سواء كان فی القعدة الأولىٰ أوالأخرىٰ؛لأنه عليه الصلاة و السلام فعله كذالک...(قوله:فی تشهدالرجل):أی هو سنة فيه ،بخالف المرأة ،فإنها تتورک.والجلسة بين السجدتين،ووضع يديه فيها علىٰ فخذيه كالتشهد للتوارث...لأن هٰذه الجلسة مثل جلسة التشهد،و لو كان فيهامخالفة لها،لبينوا ذلک كما بينوا: أن الجلسة الأخيرة تخالف الأول فی التورک ، فلماأطلقوها علم أنها مثلها ، ولهٰذاقال القهستانی هنا:ويجلس:أی الجلوس المعهود ".(ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة: ٤٧٧/١ ، سعيد)(مطلب:فی التبليغ خلف الإمام،انيس)**

بہشتی زیور میں اس کی کیفیت ذکر نہیں کی ،صرف اس قدر لکھا ہے کہ "پھر "اللہ اکبر" کہتی ہوئی اٹھے اور خوب اچھی طرح بیٹھ جاوے،تب دوسرا سجدہ "**اللّٰه أكبر**" کہہ کر کرے"؛(بہشتی زیور حصہ دوم،فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان:۱۳۱-۱۳۲،دارالاشاعت کراچی) لیکن سعایہ کی عبارت منقولہ میں اس کی تصریح موجود ہے،لہٰذا عورت جلسہ بین السجدتین اور قعدہ تشہد دونوں میں تورک کرے اور بہشتی زیور کی کوئی عبارت اس کے خلاف بھی نہیں،صرف اتنا ہے کہ قعدۂ تشہد کی کیفیت صراحت فرما کر ذکر کر دی ہے اور جلسہ بین السجدتین کی کیفیت ذکر نہیں کی ہے۔

==

الجواب

خنثیٰ عورتوں کی طرح رکوع وسجود کرے، زیادہ جھکے، انگلیوں کو پھیلائے، ایسے ہی کلائیوں کو پہلو کے ساتھ ملائے رکھے الگ نہ کرے۔

أماالمرأة فتنحني في الركوع يسيرًا ولاتفرج ولكن تضم وتضع يديها علىٰ ركبتيهاولا تجافى عضديها؛ لأن ذلك أسترلها وفي شرح الوجيز: الخنثىٰ كالمرأة. (ردالمحتار: ۳۶۵/۱) **فقط والله أعلم**

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس ملتان۔ (خیرالفتاویٰ: ۲۷۲/۲-۲۷۳)

نماز میں مردوں اور عورتوں کی بیٹھک:

سوال: ایک صاحب نے نماز کے مسائل کے متعلق پاکستانی مصنف کی لکھی ہوئی کتاب دی، اس میں عورتوں کی نماز کے طریقہ کے بارے میں لکھا ہے کہ: عورتوں کو رکوع وسجدہ میں سمٹ کر بیٹھنے کے بجائے مردوں ہی کی طرح بیٹھنا چاہئے، یعنی حالت سجدہ میں کہنیوں کو پسلی اور ران سے الگ رکھنا چاہئے اور ایک طرف پاؤں نکال کر سرین پر بیٹھنے کے بجائے مردوں ہی کی طرح ایڑی پر بیٹھنا چاہئے، جب کہ دوسری کتابوں میں الگ الگ طریقہ بتایا گیا ہے؟

(محمد جسیم الدین، شاستری پورم)

الجواب

چوں کہ عورتوں کے لئے زیادہ سے زیادہ ستر مطلوب ہے اس لئے احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں اور

== الصاق بطن کا مسئلہ جلسہ کے متعلق نہیں؛ بلکہ سجدہ کے متعلق ہے، یعنی سجدہ میں پیر کھڑے کرنے سے الصاق بطن نہیں ہوتا؛ بلکہ داہنی طرف نکالنے سے ہوتا ہے، پس سجدہ میں عورت کو چاہئے کہ پیر کھڑے نہ کرے، بلکہ داہنی طرف نکال لے؛ تاکہ الصاق بطن ہوجائے۔(**"وإن كانت امرأة جلست علىٰ إليتها اليُسرىٰ، وأخرجت رجليها من الجانب الأيمن، كذا في الهداية"**. (**الفتاوى العالمكيرية،الباب الرابع في صفة الصلاة،الفصل الثالث في سنن الصلاة وآدابها**: ۷۵/۱، **رشيدية**)/ **"والمرأة تنخفض،فلا تبدى عضديها،وتلصق بطنهابفخذيها؛لأنه أستر"**. (**الدر المختار، كتاب الصلوة،فصل في بيان تأليف الصلوة إلىٰ انتهائها**: ۵۰۴/۱،**سعيد**)(**باب صفة الصلاة،انيس**) / **"انها لا تنصب أصابع القدمين"**. (**البحر الرائق، كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة**: ۵۶۱/۱،**رشدية**)

نیز آپ نے فرمایا کہ بائیں پیر پر بیٹھنے سے الصاق بطن بخوبی ہوجاتا ہے بے محل ہے۔

قاسم ابن قطلو بغا ۸۰۲ھ میں پیدا ہوئے، شیخ ابن حجر شارح بخاری اور شیخ ابن ہمام حنفی شارح ہدایہ وغیرہ کے شاگرد ہیں، بہت بڑے درجہ کے محدث اور فقیہ ہیں، ۸۷۹ھ میں وفات پائی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۲۱/۵-۶۲۴)

عورتوں کے طریقۂ نماز میں تھوڑا سا فرق رکھا گیا ہے اور عورتوں کو نسبتاً زیادہ ساتر طریقہ پر نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

إذاجلست المرأة فی الصلاة وضعت فخذها علی فخذها الأخریٰ ، وإذا سجدت ألصقت بطنها فی فخذها كأستر ما يكون لها. (سنن البیهقی: ۲۲۳/۲)(۱)

''جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے اور سجدہ کرے تو پیٹ کو رانوں سے چپکا لے؛ تاکہ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے''۔

اسی طرح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

كان يأمر الرجال أن يتجافوا فی سجودهم ويأمر النساء يتخفضن فی سجودهن. (سنن البیهقی: ۲۲۳/۲)(۲)

''رسول اللہ مردوں کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ سجدہ کی حالت میں اپنے اعضاء جسم الگ الگ کر کے رکھیں اور عورتوں کو پست ہو کر سجدہ کرنے کا حکم فرماتے تھے''۔

اسی طرح بیٹھک کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ کے زمانے میں پہلے عورتیں چہار زانوں بیٹھ کر نماز پڑھتی تھیں، پھر انہیں خوب سمٹ کر؛ یعنی کولھوں پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا:

كن يتربعن ثم أمرن أن يخفضن يعنی يستوين جالسات علیٰ أوراكهن. (جامع المسانید: ۴۰۰/۱)

اس لئے صحیح یہی ہے کہ نماز کی بعض کیفیات میں مردوں اور عورتوں میں فرق رکھا گیا ہے اور یہی ائمہ اربعہ، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور اکثر سلف صالحینؒ کا مسلک ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۱۱۷/۳-۱۱۹) ☆

(۱) كتاب الصلاة، باب ما يستحب للمرأة من ترك التجافی فی الركوع والسجود (ح: ۳۱۹۹) انیس

(۲) كتاب الصلاة، باب ما يستحب للمرأة من ترك التجافی فی الركوع والسجود (ح: ۳۱۹۸) انیس

☆ **عورت کے بیٹھنے کا طریقہ:**

سوال: عورتوں کو بائیں سرین کے بل بیٹھنا چاہئے اور دونوں پیر داہنی طرف نکال دینا چاہئے اس طرح کہ داہنی ران بائیں ران پر آجائے اور داہنی پنڈلی بائیں پنڈلی پر۔

ہدایہ میں ہے:

وإن كانت امرأة جلست علی إليتها اليُسریٰ وأخرجت رجليها من الجانب الأيمن ؛ لأنه أسترلها. (الهداية شرح بداية المبتدیء: ۱۱۱/۱)

مراقی الفلاح میں ہے:

(و)يسن(تورك المرأة)بأن تجلس علیٰ إليتها وتضع الفخذعلی الفخذ وتخرج رجلها من تحت وركها اليمنی؛لأنه أسترلها. (مراقی الفلاح: ۹۹/وكذا فی امداد الفتاح: ۲۹۹،بیروت) **واللّٰه أعلم** (فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۱۵۶/۲)

تشہد میں عورتوں کا انگلی سے اشارہ کرنا:

سوال: عورتیں تشہد میں رفع سبابہ کریں یا نہ کریں؟ اگر ان کے لئے بھی رفع کا حکم ہو؛ جیسا کہ ظاہر یہی ہے تو بہشتی زیور میں لکھ دینا چاہئے، یہ امر زیادت تستر کے ضرور خلاف ہے؛ لیکن کسی نے اس جگہ فرق بین الرجال والنساء نہیں لکھا؟

الجواب

چونکہ فقہا نے باب صفۃ الصلوٰۃ میں التزام کیا ہے کہ جن احکام میں مرد اور عورت میں تفاوت ہے، اس کی تصریح کردی ہے اور رفع سبابہ میں اس کی تصریح نہیں ہے، یہ دلیل ہے اس کی کہ یہ حکم مشترک ہے، رہا شبہ زیادت تستر کے خلاف ہونے کا سو ضعیف ہے؛ کیوں کہ رفع یدین عند التحریمہ بالاتفاق مشروع ومسنون ہے اور یقیناً اس میں اشارہ بالسبابہ سے زیادہ کشف ہے۔ فقط

(امداد، صفحہ: ۳۱، جلد: ۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۲۱۴/۱-۲۱۵)

ازواجِ مطہرات جماعت میں شریک ہوتی تھیں یا نہیں:

سوال: ازواجِ مطہرات اور مستورات خواص صحابہؓ جماعت پنجوقتہ اور جمعہ اور عیدین میں شرکت کرتی تھیں، یا نہیں؟

الجواب

زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عورتیں نماز پنجگانہ وجمعہ وعیدین میں حاضر ہوتی تھیں، مگر نہ ایسے کہ جیسے مرد پابندی سے حاضر ہوتے تھے اور آیتِ حجاب کے نزول کے بعد اس میں زیادہ تنگی ہوئی، حتی کہ حضرت عمرؓ نے عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روکا تو عورتوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں شکایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اجازت فرمائی ہے اور عمر رضی اللہ عنہ منع فرماتے ہیں تو حضرت عائشہؓ نے عورتوں کی حمایت نہ کی؛ بلکہ حضرت عمرؓ کی تائید فرمائی اور فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی حالت کا مشاہدہ فرماتے، جو اَب ان کی حالت ہے تو ضرور ان کو منع فرمادیتے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۹/۳-۵۰)

عورتیں جماعت میں کیسے شریک ہوں:

سوال: عورتیں اگر کسی مرد کی اقتدا کریں تو کیا ان کے اور امام کے درمیان پردہ ہونا ضروری ہے؟ نیز عورتوں کا مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

(۱) عن عمرة بنت عبدالرحمن أنها سمعت عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم تقول: "لوأن رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى ما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني إسرائيل"، قال: فقلت لعمرة: أنساء بني إسرائيل منعن المسجد"، قالت: نعم. (الصحيح لمسلم، باب خروج النساء إلى المساجد: ١٨٣/١) (كتاب الصلاة، رقم الحديث: ٤٤٥، انيس)

الجواب ــــــــــــــــــ

اگر یہ سب عورتیں ذی رحم محرم ہیں تو پردہ کی ضرورت نہیں اور اگر بعض ایسی ہیں جن سے یہ علاقہ مذکورہ نہیں ہے تو ان میں اور امام میں پردہ ہونا چاہئے، عورت مسجد میں جا کر نماز با جماعت پڑھ سکتی ہے، سب سے پیچھے کھڑا ہونا چاہئے، مگر افضل اور بہتر یہی ہے کہ گھر میں پڑھے، (۱) اور جس قدر پردہ داری کے ساتھ پڑھے گی، اسی قدر نماز افضل ہوگی، بیوی کو بھی اپنے شوہر کے پیچھے کھڑا ہونا چاہئے، داہنے نہ کھڑی ہو۔

مکتوبات: ۸۷/۴۔ (فتاویٰ شیخ الاسلام: ۱۳۰)

عورتوں کا نماز کی جماعت میں حاضر ہونا کیسا ہے:

سوال: عورتوں کا مسجد میں نماز کی ادائیگی کے لیے جانا کیا حکم رکھتا ہے؟ غیر ممالک مثلاً سعودی عرب وغیرہ میں عورتیں مسجدوں میں نماز پڑھتی ہیں، بہر حال اجازت اور عدم اجازت کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ کتاب وسنت کی روشنی میں تفصیلی جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

اس سلسلہ میں جواب دیتے ہوئے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب ؒ تحریر فرماتے ہیں: ''عورتوں کو فقہائے حنفیہ نے نماز کی جماعتوں، عیدین اور مجالس وعظ میں جانے سے منع کیا ہے اور کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے کہ عورتوں کے لیے مجالس وعظ اور جماعت نماز اور عیدین میں جانا مکروہ تحریمی ہے، جو حرام کے قریب ہے اور اس حکم فقہی کی دلیل یہ حدیث ہے، جو بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے:

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: لو أدرك رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني إسرائيل فقلت لعمرة: أو منعن؟ قالت: نعم. (رواه البخاري)(۲)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ اگر عورتوں کی یہ حرکات جو انہوں نے اب اختیار کی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے تو انہیں مسجدوں میں آنے سے روک دیتے، جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عمرہ سے پوچھا کہ کیا بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ انتہی

اس حدیث سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوگئی کہ صحابۂ کرامؓ کے زمانہ میں ہی عورتوں کی حالت ایسی ہوگئی تھی کہ

(۱) عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: "لا تمنعوا نساء كم المساجد وبيوتهن خير لهن". (سنن أبي داؤد: ۸٤/۱) (كتاب الصلاة، باب ما جاء في خروج النساء إلى المسجد، رقم الحديث: ٥٦٧، انيس)

(۲) كتاب الأذان، باب انتظار الناس قيام الإمام العالم، رقم الحديث: ۸٦۹، انيس

ان کا گھروں سے نکلنا اور جماعت میں جانا سببِ فتنہ تھا اور اسی وجہ سے حضرت عمر حضرت عائشہؓ و دیگر اکابر صحابہؓ عورتوں کو جماعت میں آنے سے منع کرتے تھے۔ علامہ عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں اس حدیث کے تحت جس میں عورتوں کا زمانۂ رسالت وپناہی میں عیدین میں جانا مذکور ہے، تحریر فرماتے ہیں: علما نے فرمایا کہ عورتوں کا عیدین میں جانا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس لیے تھا کہ وہ زمانہ خیر و برکت کا تھا اور فتنہ کا خوف نہ تھا اور آج کل جوان عورتیں خوبصورت خوش وضع ہرگز نہ جائیں اور اسی لیے حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی یہ حرکت ملاحظہ فرماتے تو ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے؛ جیسے: بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں تھی، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کا یہ فرمانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک کے بہت تھوڑے دنوں بعد کا ہے اور آج کل تو خدا کی پناہ! پس مطلقاً عورتوں کو عید اور غیر عید میں جانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ انتہی

جب کہ علامہ عینیؒ اپنے زمانہ میں یہ فرماتے ہیں کہ آج کل کی عورتوں کے حالات سے خدا کی پناہ! تو پھر ہمارے اس زمانہ چودھویں صدی کی عورتوں کا تو ذکر ہی کیا ہے اور علامہ عینیؒ عمدۃ القاری میں دوسری جگہ فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب یعنی علمائے حنفیہ کا مذہب وہ ہے، جو صاحبِ بدائع نے ذکر کیا ہے کہ علما کا اس پر اتفاق ہے کہ جوان عورت کو عیدین اور جمعہ، بلکہ کسی نماز میں جانے کی اجازت نہیں بوجہ ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿وقرن في بيوتكن﴾ کے اور اس لیے کہ عورتوں کا گھروں سے نکلنا فتنہ کا سبب ہے، ہاں بوڑھیاں عیدین کے لیے جاسکتی ہیں اور اس میں خلاف نہیں ہے کہ افضل بوڑھیوں کے لیے بھی یہی ہے کہ کسی نماز کے لیے نہ نکلیں۔ انتہی (عینی شرح بخاری و بدائع: ۱/۲۷۵)(۱)

اور بدائع میں ہے:

جوان عورتوں کا جماعتوں میں جانا مباح نہیں، اس روایت کی دلیل سے جو حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جوان عورتوں کو نکلنے سے منع فرمادیا تھا اور اس لیے کہ عورتوں کا گھروں سے نکلنا فتنہ کا سبب ہے اور فتنہ حرام ہے اور جو چیز فتنہ کی طرف پہنچائے، وہ بھی حرام ہوتی ہے۔ انتہی (بدائع الصنائع ۱/۱۵۷)(۲)

اور فتاوی ہندیہ معروف بہ فتویٰ عالمگیری میں ہے:

یعنی اس زمانہ میں فتوی اس پر ہے کہ عورتوں کا تمام نمازوں میں جانا مکروہ ہے؛ کیوں کہ ظہور فساد کا زمانہ ہے۔ (فتاوی عالمگیری ۱/۹۳)(۳)

(۱-۲) عمدۃ القاري: ۳/۲۷۲-۳۰۵، دار إحياء التراث العربي بيروت/بدائع الصنائع، فصل بيان من هو أحق بالإمامة وأولىٰ بها: ۱/۱۵۷، دار الكتب العلمية بيروت. انيس

(۳) الفتاوىٰ الهندية، الفصل الأول في بيان مقام الإمام والمأموم: ۱/۸۹، دار الفكر بيروت. انيس

اور بدائع میں ہے:

عورت کا حکم یہ ہے کہ وہ خاوند کی خدمت میں (شرعاً) لگائی گئی ہے اور مردوں کی مجلسوں میں جانے سے (شرعاً) روکی گئی ہے؛ کیونکہ عورتوں کا گھروں سے نکلنا فتنہ کا سبب ہے اور اسی لیے عورتوں پر جماعت اور جمعہ نہیں۔ (بدائع الصنائع: ۱/۲۵۸) (۱)

ان تمام عبارتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورتوں کو نماز پنجگانہ، عیدین اور جمعہ کی جماعتوں میں جانا مکروہِ تحریمی ہے، اور گھروں سے ان کے نکلنے میں ہی فتنہ ہے اور یہ ممانعت حضرت عمرؓ، حضرت عائشہؓ، عروۃ بن الزبیرؓ، قاسمؒ، یحیٰ بن سعید انصاریؒ، امام مالکؒ، امام ابو یوسفؒ وغیرہم سے منقول ہے اور ائمۂ حنفیہ کا بالاتفاق یہی مذہب ہے، جیسا کہ عینی اور بدائع کی عبارتوں سے واضح ہے"۔ (کفایت المفتی ۵/۳۹۱-۳۹۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (محمود الفتاویٰ: ۱/۴۴۷-۴۵۰)

عورت کے ذمہ نماز عید اور رفع یدین وغیرہ:

سوال: میں نے سنا ہے کہ عورت نماز عید نہ گھر اور نہ عیدگاہ میں پڑھے، گویا عورت پر واجب نہیں۔ اس کے متعلق جلد آگاہ کریں۔ عورت اگر نمازِ جمعہ جامع مسجد میں پڑھے تو کیسا ہے؟

جو جماعت اہل حدیث کہلاتی ہے، وہ قرآن میں آیتیں نکال نکال کر دکھاتی ہے اور کہتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف اللہ اکبر کہہ کر نماز پڑھنے کو منع فرمایا ہے، یہ نہیں کہ تمام نماز کو بیان کر کے یعنی اتنی رکعت فرض یا سنت واسطے اللہ پاک کے میرا منہ کعبہ شریف کے اور اللہ اکبر، یہ غلط ہے۔

اور کہتے ہیں کہ رفع یدین کو قصداً کیا ہے اور ہمیشہ کے لئے کیا ہے۔

آپ ہم کو بتلائیں قرآن پاک میں کس جگہ انکار ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

عورت پر نماز عیدین نہیں، (۲) نہ اس کے ذمہ عیدگاہ میں جانا ہے۔

"ويكره حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعيد ووعظ مطلقاً ولو عجوزًا ليلاً على المذهب المفتى به لفساد الزمان". (۳)

نہ گھر پر نماز عید لازم ہے، (۴) عورت پر جمعہ بھی نہیں، اس کو چاہیئے کہ اپنے گھر پر ظہر کی نماز ادا کرے، جمعہ کے

(۱) بدائع الصنائع، فصل في بيان شرائط الجمعة، دار الكتب العلمية: ۱/۲۵۸. انيس

(۲) (تجب صلاتهما) في الأصح (على من تجب عليه الجمعة بشرائطها) المتقدمة". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب العيدين: ۲/۱٦٦، سعيد)

(۳) الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/٥٦٦، سعيد

() تجب صلاتهما على من تجب عليه الجمعة بشرائطها المتقدمة. (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب العيدين: ۲/۱٦٦، سعيد)

لئے جامع مسجد نہ جائے، (۱) اگر دل کے ارادہ کو زبان سے بھی کہے تو منع نہیں۔

"(والنية وهي الإرادة...لاالعلم...والمعتبر فيهاعمل القلب اللازم للإرادة)...وهوأن يعلم بداهة)...أى صلاة يصلى)...(والتلفظ بهامستحب)وهوالمختار". (۲)

قرآن پاک میں کہیں نہیں لکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف اللہ اکبر کہہ کر نماز پڑھنے کو کہا ہے، کسی حدیث شریف میں یہ نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رفع یدین ہمیشہ کرنے کو فرمایا ہو، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کیا کرتے تھے اور بس، پھر کسی دوسرے موقع پر رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے، (۳) زیلعی میں اس کی سند مذکور ہے، (۴) قرآن پاک میں تو رفع یدین کا حکم کہیں بھی مذکور نہیں۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند-۱۳۸۸/۲/۲۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند-۱۳۸۸/۲/۲۶ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۶۰۲/۵-۶۰۴)

حرمین شریفین میں عورتوں کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا:

سوال: آج کل عورتیں حرمین شریفین میں نماز پڑھتی ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

افضل اور بہتر یہ ہے کہ عورتیں حرمین شریفین میں نماز پڑھنے کے لئے نہ آئیں، البتہ اگر کوئی عذر ہو، مثلاً خوف وغیرہ تو

(۱) ومن لا تجب عليهم الجمعة من أهل القرىٰ والبوادى لهم أى يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة بأذان واقامة، والمسافرون اذا حضروا يوم الجمعة فى مصر يصلون فرادىٰ، وكذالک أهل المصر اذا فاتتهم الجمعة وأهل السجن والمرض ويكره لهم الجماعة، كذا فى فتاوىٰ قاضيخان". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب السادس عشر فى صلاة الجمعة: ۱٤٥/۱، رشيدية)

(۲) تنويرالأبصارمع الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ٤١٤/۱-٤١٥، سعيد

(۳) "عن علقمة قال: قال عبدالله بن مسعود رضى الله تعالىٰ عنه: ألاأصلى بكم صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم، فصلىٰ، فلم ير فع يديه إلافى أول مرة". (سنن الترمذى، أبواب الصلاة، باب رفع اليدين عند الركوع: ٥٩/۱، سعيد) (ترمذی میں یہاں پر "باب ما جاء أن النبى صلى الله عليه وسلم لم يرفع إلا فى أول مرة، رقم الحديث: ٢٥٧، انيس) (إعلاء السنن، كتاب الصلوة، باب ترک الرفع يدين فى غير الإفتتاح: ٤٥/٣، إدارة القرآن كراچى)

(۴) "عن وكيع عن سفيان الثورى عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة، قال: قال عبدالله بن مسعود: ألا أصلى بكم صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فصلى، فلم ير فع يديه إلافى أول مرة". وفى لفظ: فكان يرفع يديه أول مرة، ثم لايعود. قال الترمذى: حديث حسن، انتهىٰ، آه. (نصب الراية، كتاب الصلاة: ٣٩٤/۱، مؤسسة الريان، المكتبة المكية)

آسکتی ہیں، نیز طواف اور زیارت روضۂ مبارک کے لئے آنا درست ہے اور نماز کا وقت ہوجائے تو وہیں نماز پڑھنے کی گنجائش ہے، عام حالات میں کمرے میں ہی نماز پڑھنا افضل ہے، احادیث سے بھی اس کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

ملاحظہ ہو حدیث شریف میں ہے:

عن أم حميد امرأة أبى حميد الساعدى رضى اللّٰه تعالٰى عنها عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال لها: قد علمت أنک تحبين الصلٰوة معى وصلٰوتک فى بيتک خير من صلٰوتک فى حجرتک وصلٰوتک فى حجرتک خير من صلٰوتک فى دارک وصلٰوتک فى دارک خير من صلٰوتک فى مسجد قومک وصلٰوتک فى مسجد قومک خير من صلاتک فى مسجدى، فأمرت، فبنى لها مسجد فى أقصى شئ من بيتها وأظلمه، فكانت تصلى فيه حتٰى لقيت اللّٰه عزوجل. إسناده حسن. (۱)

علامہ ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے ایک مستقل باب قائم کیا ہے، جس کا عنوان یہ ہے کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اگرچہ نماز کی بہت فضیلت ہے؛ لیکن عورتوں کے لئے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے اور فضیلت والی حدیث میں مرد مراد ہیں، نہ کہ عورتیں۔ ملاحظہ ہو:

باب اختيار صلاة المرأة فى حجرتها علٰى صلاتها فى دارها وصلاتها فى مسجد قومها علٰى صلاتها فى مسجد النبى صلى اللّٰه عليه وسلم وإن كانت الصلاة فى مسجد النبى صلى اللّٰه عليه وسلم تعدل ألف صلاة فى غيرها من المساجد.

والدليل علٰى أن قول النبى صلى اللّٰه عليه وسلم: ”صلاة فى مسجدى هٰذا أفضل من ألف صلاة فيما سواه من المساجد“ أراد به صلاة الرجال دون النساء.

أخبرنا أبوطاهر... عن عبداللّٰه بن سويد الأنصارى عن عمته امرأة ابن حميد الساعدى أنها جاء ت النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فقالت: يا رسول اللّٰه إنى أحب الصلٰوة معک فقال: ...، إلخ كمامر. (۲)

احسن الفتاویٰ میں ہے:

مکہ مکرمہ میں عورت کو گھر میں نماز پڑھنے پر وہی اجر ملے گا، جو مردوں کے لئے مسجد حرام میں نماز پر ہے۔

نیز مذکور ہے:

مسجد نبوی میں چالیس نمازیں ادا کرنے پر جہنم، عذاب اور نفاق سے بشارت صرف مردوں کے لئے نماز جماعت

(۱) صحيح ابن خزيمة: ۸۱۵/۲، رقم الحديث: ۱۶۸۹، المكتب الإسلامى، ورواه الإمام أحمد وابن حبان، كذا فى كنز العمال: ۶۷۶/۷.

(۲) رواه ابن خزيمة: ۸۱۵/۲، رقم الحديث: ۱۶۷۹، وإسناده حسن، المكتب الإسلامى

کے ساتھ مخصوص ہے، عورتوں کے لئے مسجد نبوی کی بجائے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔(احسن الفتاویٰ:۳۴/۳) واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم زکریا:۳۰۲/۲-۳۰۴) ☆

☆ حرمین شریفین میں عورتوں کا جماعت کی نماز میں شریک ہونا:

سوال: حرمین شریفین میں خواتین کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا فقہ حنفی کی رو سے کیسا ہے؟

الجواب ــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلمًا

فقہاءِ احناف نے جہاں عورتوں کے لیے مسجد میں جماعت کی شرکت کو مکروہِ تحریمی لکھا ہے، وہاں مسجد حرام کا استثنا نہیں کیا ہے؛ اس لیے یہ حکم حرمین شریفین میں بھی جاری ہوگا۔

ویکره حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعيد ووعظ مطلقاً ولو عجوزًا ليلاً على المذهب المفتى به؛ لفساد الزمان. (الدر المختار على هامش الشامي: ۴۱۸/۱-۴۱۹) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

معلم الحجاج میں ہے:

''مسئلہ: مسجدِ حرام تمام مسجدوں سے افضل ہے، اس میں نماز پڑھنے کا بڑا ثواب ہے، ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہوتا ہے؛ لیکن یہ ثواب کی زیادتی صرف فرض نماز کے ساتھ مخصوص ہے، نوافل کا ثواب اتنا نہیں، نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے، اسی طرح یہ ثواب صرف مردوں کو ہوتا ہے، عورتوں کو نہیں ہوتا، ان کو اپنے گھر میں نماز پڑھنی افضل ہے۔(معلم الحجاج: ۱۲۰) **فقط واللہ تعالیٰ أعلم**

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری-۴/ ذوقعدہ ۱۴۱۰ھ۔ (محمود الفتاویٰ: ۲۲۶/۴)

مسجد کے بالائی حصہ میں عورتوں کی بلا جماعت نماز کا حکم:

سوال: ہمارے یہاں ایک ایسی جگہ ہے جہاں کافی ساری مسلم عورتیں کام کرتی ہیں اور وہ کافی دور سے آتی ہیں، نیز اس جگہ پر ایک مسجد بھی ہے جس کے دو حصے ہیں، ایک اوپر کا اور ایک نیچے کا اور دو ہی دروازے ہیں، ایک اوپر جانے کے لیے اور ایک نیچے جانے کے لیے، مرد لوگ نیچے کے حصے میں نماز ادا کرتے ہیں اور نماز کے بعد ۲۰-۲۵ منٹ رکتے ہیں، پھر مسجد خالی ہو جاتی ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ عورتیں صبح سے کام کے لیے آتی ہیں اور شام ہو جانے پر اپنے گھروں کو روانہ ہوتی ہیں ان پر تین نمازوں کا وقت گزرتا ہے، لہٰذا یہ عورتیں مسجد کے اس حصے میں جس میں مرد نماز نہیں پڑھتے، کیا بلا جماعت کے اپنے اپنے طور پر نماز پڑھ سکتی ہیں؟ جبکہ دروازہ بھی الگ ہے، جواب دیکر ممنون فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلمًا

قطع نظر اس سے کہ ان عورتوں کا دور دور سے ملازمت کے لیے اس طرح آنا شرعاً مفاسد و مضرات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ممنوع و حرام ہے، ان کو مسجد میں بلا جماعت تنہا اپنی نماز پڑھنے کی اجازت دینا آئندہ بہت سارے مفاسد وفتن (جو اہل افتا پر مخفی نہیں) کا دروازہ کھولنا ہے؛ اس لیے جہاں پر وہ کام کرتی ہیں، وہیں کوئی کمرہ ان کی نماز کے لیے مخصوص کر دیا جائے کہ اس میں وہ اپنی نماز ادا کرتی رہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری-۴/ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ۔ الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ۔ (محمود الفتاویٰ: ۴۴۶/۱-۴۴۷)

مجبوری میں عورتوں کا مردوں سے پیچھے کے بجائے نچلی منزل میں کھڑی ہونا:

سوال: رمضان میں پنج وقتہ نماز کے ساتھ تراویح کی نماز بھی باجماعت ہوتی ہے (علماومفتیان نے بعض اعذار کی وجہ سے اجازت دے رکھی ہے)، گھر کی مستورات بھی پردہ کے اہتمام کے ساتھ مردوں کے پیچھے کھڑی ہوکر نماز پڑھتی ہیں، فی الحال اس جگہ کی مرمت جاری ہے اور مرد حضرات بنگلہ کے ٹیرس پر نماز باجماعت پڑھ رہے ہیں، دوسرے مالہ پر آفسیں ہیں، جورات کو بند ہوجاتی ہیں، کیا عورتیں نیچے پہلے مالہ پر اسی امام کی اقتدا میں عشااور تراویح پڑھ سکتی ہیں؟ منشاءِ سوال یہ ہے کہ عورتیں جماعت میں مردوں کے پیچھے کھڑی ہوں یہ حکم ہے، یہاں پیچھے کے بجائے نیچے کھڑی ہورہی ہیں تو کیا یہ مجبوری میں جائز ہے؟

(مستفتی: عبدالرزاق رامپوری پونہ-۲ رمضان ۱۴۲۵ھ)

الجواب

عورتوں کا مردوں کے پیچھے کھڑی ہونے کا حکم اس صورت میں ہے، جبکہ سطح زمین پر مردوں کے ساتھ باجماعت نماز پڑھ رہی ہوں، البتہ مذکورہ صورت میں جبکہ وہ نیچے کے مالے پر کھڑی ہوکر مرد کی اقتدا کررہی ہیں تو یہ جائز ہے اوران کی نماز اور تراویح صحیح ہوگی، بشرطیکہ امام کے انتقالات کا انہیں علم ہو اور وہ امام سے پیچھے رہیں، غفلت میں کہیں آگے نہ بڑھ جائیں۔

"وإن كان الذين فوق الظلة بحذائهم من تحتهم نساء جازت صلاة من كان على الظلة، كذا في فتاوى قاضي خان". (الفتاویٰ الهندية: ۸۷/۱)(۱)

"ولوقام علىٰ سطح المسجد واقتداء بإمام في المسجد وإن للسطح باب في المسجد ولايشتبه عليه حال الإمام يصح الاقتداء وإن اشتبه عليه حال الإمام لايصح"، الخ. (الفتاویٰ الهندية: ۸۸/۱)(۲) **والله أعلم وعلمه أتم**

مفتی محمد شاکر خان قاسمی پونہ۔ (فتاویٰ شاکر خان: ۱۲۲/۱-۱۲۳)

---

(۱) الباب الخامس في الإمامة، الفصل الرابع في بيان ما يمنع صحة الاقتداء ومالا يمنع/فتاویٰ قاضي خان، أواسط فصل من يصح الإقتداء به ومن لا يصح: ۱۱۷/۱، اشپائک لیتھو گرافس کلکته، انیس

(۲) الباب الخامس في الإمامة، الفصل الرابع في بيان ما يمنع صحة الاقتداء ومالا يمنع/فتاویٰ قاضي خان، أواسط فصل من يصح الإقتداء به ومن لا يصح: ۱۱٦/۱، اشپائک لیتھو گرافس کلکته/وكذا في البناية شرح الهداية، حضور النساء للجماعات: ۳٥٤/۲، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

پردہ کے پیچھے اقتدا درست ہے یا نہیں:

سوال: جماعت مسجد کے اندر ہورہی ہے، پردے چھوٹے ہوئے ہیں، اس کے باہر جو آدمی نماز کو کھڑے ہوگئے ہیں، ان کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب

ان کی نماز بھی صحیح ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۳۸/۳)

عورتیں امام مسجد کی اقتدا نزدیک کے مکان میں کرسکتی ہیں:

سوال: مستورات، جو مسجد کے نزدیک مکان ہو، اس میں کھڑے ہوکر نمازِ جمعہ وعیدین، امام کی تکبیر پر ادا کرسکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب

کرسکتی ہیں۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲۰۷/۳)

کون سی عورتیں اقتدا کرسکتی ہیں:

سوال: اگر عورتیں مرد کی اقتدا میں نماز پڑھنی چاہیں تو کیا ان میں رشتہ داری کی ضرورت ہے، یا ہر عورت اقتدا کرسکتی ہے؟

الجواب

اقتدا ہر عورت، خواہ اجنبی ہو یا رشتہ دار، ذی رحم محرم ہو یا جائز النکاح، کرسکتی ہے اور نماز ہر دو کی صحیح ہوگی، ہاں اس کو

(۱) (والحائل لايمنع)الاقتداء (إن لم يشتبه حال إمامه)بسماع أورؤية ولومن باب مشبك يمنع الوصول.(الدرالمختار)

قوله:(بسماع):أى من الإمام أو المكبرقوله:أورؤية):ينبغى أن تكون الرؤية كالسماع،لافرق فيها بين أن يرى انتقالات الإمام أو أحد المقتديين.(ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۴۸/۱، ظفير)(مطلب:الكافى للحاكم كلام جمع محمد فى كتبه التى هى ظاهر الرواية،انيس)

(۲) (والحائل لايمنع)الاقتداء (إن لم يشتبه حال إمامه)بسماع أورؤيةولومن باب شبك يمنع الوصول ...(ولم يختلف المكان)حقيقةً كمسجد وبيت فى الأصح الخ ولواقتدىٰ من سطح داره المتصلة بالمسجد لم يجزالخ لكن تعقبه الشرنبلالية،ونقل عن البرهان وغيره أن الصحيح اعتبارالاشتباه فقط.(الدرالمختار)

أى ولاعبرة باختلاف المكان، إلخ، والذى يصحح هٰذا الاختيارماروينا أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان يصلى فى حجرة عائشة والناس يصلون بصلاته الخ.(ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۴۸/۱-۵۵۰، ظفير)(مطلب:فى الكافى للحاكم جمع كلام محمد فى كتبه التى هى ظاهر الرواية،انيس)

امام کے پیچھے کھڑا ہونا ہوگا، یعنی اگر ایک ہی مقتدی ہے تو مردوں کی طرح امام کے داہنے نہیں کھڑی ہوسکتی اگر چہ اپنی ماں ہی ہو۔(۱)

مکتوبات ۸۵/۴۔ (فتاویٰ شیخ الاسلام:۲۵)

غیر عورت برقعہ کے ساتھ اقتدا کرسکتی ہے یا نہیں:

سوال (۱) اپنی بی بی کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) غیر عورت برقعہ کے ساتھ اقتدا کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) درست ہے۔

فی الدر المختار: (أما إذا کان معهن واحد ممن ذکر أو أمهن فی المسجد لا) یکره. (۲)

لیکن اس کو پیچھے کھڑی کرے برابر میں کھڑی نہ کرے۔(۳)

(۲) اگر کوئی محرم عورت بھی ہو، مثل زوجہ و بہن وغیرہ کے تو غیر عورت بھی برقع کے ساتھ اقتدا کرسکتی ہے۔(۴) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۳۶۵-۳۶۶)

شوہر کی اقتدا:

سوال: کوئی عورت تخلیہ میں خاوند کے پیچھے فرض نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر زوجہ اپنے شوہر کے پیچھے اقتدا کرے، نماز صحیح ہے، مگر اس کو برابر میں نہ کھڑا ہونا چاہئے، پیچھے کھڑی ہو اور اگر علاحدہ نیت باندھے تو پھر خواہ برابر ہو، یا پیچھے ہر طرح نماز صحیح ہے۔ درمختار میں ہے:

وأما الواحد فتتأخر، وفيه أما إذا کان معهن واحد ممن ذکر أی أخته وزوجته أو أمهن فی المسجد لا یکره، بحر. (۵) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۲۰۵)☆

---

(۱) أما الواحدة فتتأخر. (الدر المختار: ۱/۵٦٦) (کتاب الصلاة، باب الإمامة، انیس)

(۲) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵٤٥، ظفیر

(۳) المرأة إذا صلت مع زوجها فی البیت، إن کان قدمها بحذاء قدم الزوج لا تجوز صلاتهما بالجماعة، وإن کان قدماها خلف قدم الزوج إلا أنها طویلة تقع رأس المرأة فی السجود قبل رأس الزوج جازت صلاتهما لأن العبرة للقدم. (رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۳۵، ظفیر) (مطلب: فی الکلام علی الصف الأول، انیس)

(۴) (کما تکره إمامة الرجل لهن فی بیت لیس معهن رجل غیره ولا محرم منه) کأخته (أو زوجته أو أمته، أما إذا کان معهن واحد ممن ذکر أو أمهن فی المسجد لا) یکره. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۲۹، ظفیر)

(۵) الدر المختار: ۱/۸۳، ظفیر (کتاب الصلاة، باب الإمامة، انیس)

==

بیوی یا محرمات عورتیں برابر میں کھڑی ہوسکتی ہیں یا نہیں:

سوال: عورت محرمات میں سے ہیں، وہ یا اس کی بیوی برابر میں اقتدا کرے تو نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟

الجواب

عورتیں اگرچہ محرمات میں سے ہوں، جماعت میں وہ بھی برابر نہ کھڑی ہوں، اس سے مرد کی نماز فاسد ہوجاتی ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۶۲-۳۶۳)

عورت کی نماز شوہر کے پیچھے:

سوال: اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی اقتدا کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر عورت کے دونوں قدم شوہر کے قدموں کی ایڑیوں سے پیچھے ہو تو اقتدا جائز ہے، ورنہ اگر محاذاۃ ہوجائے تو دونوں کی نماز فاسد ہوجائے گی۔

البحر الرائق میں ہے:

والمرأة إذاصلت مع زوجها في البيت إن كان قدماهابحذاء قدم الزوج لايجوزصلا تهما، انتهٰى. (كتاب الصلاة،باب الإمامة: ۱/۶۲۱،دارالكتب العلمية،انيس)

دوسری جگہ مذکور ہے:

وفى الخانية والظهيرية: المرأة إذاصلت فى بيتها مع زوجهاإن كانت قدماهاخلف قدم الزوج إلاأنها طويلة يقع رأسها فى السجود قبل رأس الإمام جازت صلا تهما؛لأن العبرة للقدم،انتهٰى. (كتاب الصلاة،باب الإمامة: ۱/۶۲۱،دارالكتب العلمية،انيس) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ اردو:۲۱۲،۲۱۳)

عورت کا شوہر کے بازو میں نماز پڑھنا:

سوال: شوہر کے بازو میں بیوی کھڑی ہوکر اس کی اقتدا میں نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب وباللّٰه التوفيق

نہیں پڑھ سکتی۔ **(وقال: المرأة إذا صلّت مع زوجها فى البيت،إن كان قدمها بحذاء قدم الزوج لا تجوزصلا تهما بالجماعة وإن كان قدماها خلف قدم الزوج إلا أنها طويلة تقع رأس المرأة فى السجود قبل رأس الزوج جازت صلاتهمالأن العبرة للقدم.** (ردالمحتار:۲/۳۱۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی-۲۸/۱۰/۱۳۷۰ھ-(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۱۹۷)

---

(۱) **(وإذا حاذته)ولوبعضو واحد (امرأة) ولوأمة (مشتهاة،إلخ)ولاحائل بينهما،الخ، فى صلٰوة مطلقة مشتركة، الخ، تحريمةً وأداءً ... فسدت صلاته) لومكلفاً وإلا لا.** (الدر المختار)

(قوله: ولوأمة، إلخ)ولعلهاولوأمه ... وعبارته فى الخزائن:ولومحرمه أوزوجته. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۳۵، ظفير)(مطلب:فى الكلام على الصف الأول،انيس)

ایک چٹائی پر مرد وعورت نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں:

سوال: ایک چٹائی پر مرد وعورت، خواہ منکوحہ ہو، یا غیر منکوحہ، برابر کھڑے ہو کر نماز ادا کریں تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب

اگر ہر ایک اپنی اپنی نماز علیحدہ پڑھتا ہے، تو نماز صحیح ہے، مگر اجنبی عورت کے برابر کھڑا ہونا برا ہے۔(۱)

اور اگر نماز میں شرکت ہے تو نماز نہ ہوگی۔ والتفصيل في كتب الفقه. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۸۱/۲-۱۸۲) ☆

(۱) فمحاذاة المصلية لمصلٍّ ليس في صلاتها مكروهة لامفسد. (الدر المختار)

(قوله ليس في صلاتها) بأن صليامنفردين أومقتدياً أحدهما بإمام لم يقتد به الآخر، شرح المنية. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۳۷/۱، ظفير) ((مطلب: في الكلام على الصف الأول، انيس)

(۲) (وإذاحاذته) ولوبعضوواحد (امرأة) و لو أمة (مشتهاة، إلخ) ولاحائل بينهما في صلوٰة، الخ، مطلقة مشتركة تحريمةً وأداءً ... إلخ، فسدت صلاته. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۳۴/۱، ظفير) (مطلب: في الكلام على الصف الأول، انيس)

☆ میاں بیوی کی جماعت درست ہے یا نہیں:

سوال: میاں بیوی کی جماعت درست ہے یا نہیں؟

الجواب

میاں بیوی کی جماعت اس طرح کہ دونوں برابر کھڑے ہوں، جیسا کہ ایک مقتدی ہونے کی صورت میں حکم ہے، درست نہیں ہے، اس صورت میں کسی کی نماز نہ ہوگی۔ (وقال: المرأة إذا صلت مع زوجها في البيت إن كان قدمها بحذاء قدم الزوج لا تجوز صلاتهما بالجماعة وإن قدماها خلف قدم الزوج إلا أنها طويلة تقع رأس المرأة في السجود قبل رأس الزوج جازت صلاتهما لأن العبرة للقدم. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۳۵/۱، ظفير) (مطلب: في الكلام على الصف الأول، انيس) فقط (لیکن اگر عورت کے قدم پیچھے ہوں تو درست ہے۔ ظفیر) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۴۲/۳)

فرض نماز بیوی کے ساتھ پڑھی جاسکتی ہے:

سوال: اپنی بی بی کے ساتھ فرض نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور بی بی کتنی دور کھڑی ہو؟

الجواب

اگر اکٹھے پڑھیں تو عورت کو پیچھے کھڑا کرے۔ (وقال: المرأة إذا صلت مع زوجها في البيت إن كان قدمها بحذاء قدم الزوج لا تجوز صلاتهما بالجماعة وإن كان قدماها خلف قدم الزوج الخ جازت صلاتهما الخ لو اقتدت به متأخرة عنه بقدمها صحت صلاتهما. (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۳۵/۱، ظفير) ((مطلب: في الكلام على الصف الأول، انيس) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۴/۳)

گھر میں عورتوں کے ساتھ جماعت اوراس کا ثواب:

سوال: گھر میں عورتوں کے ساتھ جماعت کرنا جائز ہے یا نہ؟ بہشتی زیور کے حصہ :۱۱ر میں ہے کہ!
''مرد کو صرف عورتوں کی امامت ایسی جگہ مکروہ تحریمی ہے جہاں کوئی مرد نہ ہو، نہ کوئی محرم عورت مثل ماں، بہن کے ہو۔ اگر کوئی مرد یا محرم عورت ہوتو پھر مکروہ نہیں''۔

بعض آدمی ایسی جماعت کو سنت سمجھ کر اپنی بیوی یا محرم کے ساتھ جماعت کرلیں تو ترکِ جماعت کی وعید سے خلاصی ہوسکتی ہے، یا نہ؟ اور اگر گھر میں جماعت سنت ہوتی تو ایک حدیث میں جو اسباب اور گھروں کے جلادینے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا تھا، یہ کیوں تھا؟ الغرض بعض آدمی گھر میں جماعت کو سنت مؤکدہ سمجھ کر ادا کرتے ہیں تو کیا حکم ہے؟

الجواب

عورتوں کی جماعت تنہا مکروہ تحریمی ہے، لہٰذا عورتیں جماعت نہ کریں یعنی اس طرح کہ امام بھی عورت ہو جماعت نہ کریں۔

ویکره تحریماً جماعة النساء إلخ کما تکره إمامة الرجل لهن فی بیت لیس معه رجل غیره و لامحرم منه کأخته وزوجته إلخ''.(۱)

ترجمہ اس کا وہی ہے جو بہشتی زیور حصہ یازدہم سے مسئلہ نقل کیا ہے، پس یہ بھی صحیح ہے، پس اگر مسجد میں جماعت نہ ملے تو ایسا کرنے سے وعید ترک جماعت سے خلاصی ہوسکتی ہے۔

الغرض اصل یہ ہے کہ جماعت میں مسجد میں جاکر شریک ہو، اگر کبھی اتفاق سے مسجد میں جماعت نہ ملے تو گھر پر عورتوں بچوں کو شامل کر کے جماعت کرے، جیسا کہ درمختار میں ہے اور حدیث احراق بیوت (۲) سے ثابت ہوتا ہے کہ مردوں کو بلاعذر گھر پر جماعت نہ کرنی چاہئے؛ بلکہ مسجد میں آویں اور شریک جماعت ہوں اور اگر کبھی اتفاق سے جماعت نہ ملی تو بصورت مذکورہ گھر میں جماعت کریں، یہ نہیں کہ مسجد کی جماعت چھوڑ کر گھروں پر جماعت کرنا سنت

(۱) الدرالمختار علی هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۸/۱-۵۲۹، ظفیر

(۲) حدیث احراق یہ ہے:

''عن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ''والذی نفسی بیده، لقد هممت أن اٰمر بحطب فیحطب، ثم اٰمر بالصلوٰة فیؤذن لها، ثم اٰمر رجلاً فیؤم الناس، ثم أخالف إلی رجال، وفی روایة: لایشهدون الصلوٰة فأحرق علیهم بیوتهم، إلخ. رواه البخاری ولمسلم نحوه. (مشکوٰة، باب الجماعة وفضلها، فصل أول: ۹۵، ظفیر) (رقم الحدیث: ۱۰۵۳، انیس)

ہے، ایسا نہیں ہے، چنانچہ شامی نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم میں صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے تھے، مسجد میں آئے تو جماعت ہو چکی تھی اس وقت آپ نے اپنے مکان پر اہل وعیال کو جمع کر کے نماز باجماعت ادا فرمائی۔ (۱) اس سے بھی ثابت ہوا کہ گھر پر جماعت کرنا ایسی حالت میں ہے کہ مسجد میں جماعت نہ ملے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۴۳-۴۴)

عورت کی اذان:

سوال: کیا عورت اذان دے سکتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ

عورت کو اذان کی اجازت نہیں۔ (۲) (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۳/۳۱۶)

عورتوں کی جماعت اور عورتوں کا اذان واقامت بلند آواز سے کہنا:

سوال (۱) عورت عورت کی جماعت کرے یا نہیں؟

(۲) عورت کو نماز میں اقامت بلند آواز سے کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

عورتوں کی جماعت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ ہے، اگر نماز جماعت سے پڑھیں گی تو وسط صف میں امام کھڑی ہو (۳) بغیر اذان واقامت وجہر کے نماز پڑھی جائے۔ (۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد حفیظ الحسن۔ ۳/۳/۱۳۴۴ھ۔ الجواب صواب: محمد عثمان غنی عفی عنہ

الجواب صحیح: محمد نور الحسن۔ نور الدین عفی عنہ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۳۴۳)

---

(۱) ولنا أنه عليه الصلوٰة والسلام كان خرج ليصلح بين قوم فعاد إلى المسجد وقد صلى أهل المسجد فرجع إلى منزله فجمع أهله وصلّٰى ولوجاز ذلک لما اختار الصلوٰة فى بيته على الجماعة فى المسجد. (رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۱۸، ظفير) (مطلب: فى تكرار الجماعة فى المسجد، انيس)

(۲) "وليس على النساء أذان ولا إقامة، لأنّ من سنّة الأذان رفع الصوت وهى منهية عن ذالک". (الجوهرة النيرة: ٤٤، كتاب الصلاة، باب الأذان، طبع دهلى)

"ويكره أذان المرأة لما أمرهن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم بالتصفيق وأمر الرجال بالتسبيح فدل علىٰ أنّها منهية عن رفع الصوت". (شرح مختصر الطحاوى: ١/٥٦٣)

(۳) (و) يكره تحريما (جماعة النساء) ولو فى التراويح فى غير صلاة جنازة (لأنها لم تشرع مكررة) ... (فإن فعلن تقف الإمام وسطهن) فلو قدمت أثمت (الدر المختار، باب الإمامة: ٢/٣٠٥-٣٠٦)

(۴) وليس على النساء أذان ولا إقامة فإن صلّين بغير أذان واقامةٍ وان صلين بهما جازت صلا تهن ==

عورتوں کی تنہا جماعت کا حکم:

سوال: پردہ نشیں لکھی پڑھی عورت نماز عیدین اور نماز جمعہ اپنے گھر میں، صرف عورتیں ہوں، عورتوں کی امام بن کر پڑھا سکتی ہے؟ اگر نمازِ جمعہ نہیں پڑھا سکتی تو کیا عیدین کی نماز پڑھانے کی اجازت ہے اور کچھ کراہت تو نہیں؟ اگر با جماعت نہیں تو عیدین میں عورتیں ایک گھر میں جمع ہوکر علیحدہ علیحدہ اپنی دو رکعت پڑھ سکتی ہیں اور کیا روایت ذیل سے جماعتِ نساء کی اباحت پر استدلال صحیح ہے؟ خاص کر عیدین کی جماعتِ نساء پر مفصل جواب سے تمام شبہات کو دفع فرماتے ہوئے دستخط خاص سے مزین فرماویں؟

روایات یہ ہیں، سنن ابوداؤد میں حدیث طویل میں مروی ہے:

وكانت أى أم ورقة قد قرأت القرآن فاستأذنت النبى صلى الله عليه وسلم أن تتخذ فى دارها مؤذنًا فأذن لها وأمرها أن تؤم أهل دارها.(۱)

کتاب الآثار محمد بن الحسن میں ہے:

أخبرنا أبو حنيفة نا حماد عن إبراهيم عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها أنها كانت تؤم النساء فى شهر رمضان فتقوم وسطهن.(۲)

تخریج رافعی میں ہے:

أخرج ابن أبى شيبة ثم الحاكم من طريق ابن أبى ليلىٰ عن عطاء عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها أنها كانت تؤم النساء فتقوم معهن فى الصف.(۳)

وأخرج الشافعى وابن أبى شيبة وعبد الرزاق عن أم سلمة أنها كانت أمت النساء فقامت وسطهن.(۴)

== مع الإساءة. (الفتاوىٰ الهندية: ۵۳/۱)(الباب الثانى فى الأذان وفيه فصلان،الفصل الأول فى صفته وأحوال المؤذن، انيس)

(وهو سنة)للرجال فى مكان عالٍ (مؤكدة)(الدر المختار)

(قوله للرجال فى مكان)أما النساء فيكره لهن الأذان وكذا الاقامة،لما روى عن أنس وابن عمر من كراهتهما لهن،ولأن مبنى حالهن على الستر ورفع صوتهن حرام،امداد.(رد المحتار: ۴۸/۲)(كتاب الصلاة،باب الأذان ، انيس)

(۱) سنن أبى داؤد،باب إمامة النساء (ح:۵۹۱)انيس

(۲) كتاب الآثار لمحمدبن الحسن الشيبانى،باب المرأة تؤم النساء (ح:۲۱۷)انيس

(۳) مصنف ابن أبى شيبة،المرأة تؤم النساء (ح:۴۹۵۴)/المستدرك للحاكم،باب فى فضل الصلوات الخمس (ح:۷۳۱)انيس

(۴) مسند الشافعى،ت:السندى،الباب السابع فى الجماعةو أحكام الإمامة(ح:۳۱۵)انيس

اورمستدرک میں یہ ہے:

إن عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها کانت تؤذن وتقیم وتؤم النساء فتقوم وسطهن. (۱)

بعض میں مطلق امامت کا ذکر ہے اور بعضوں میں مقید برمضان نیز کارہیں جماعت ان روایات کا کیا جواب دیتے ہیں؟

الجواب

أخرج الهیثمی فی مجمع الزوائد عن عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها: أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: "لاخیرفی جماعة النساء إلا فی المسجد أوفی جنازة قتیل". رواه أحمد والطبرانی فی الأوسط إلا أنه قال: "لاخیرفی جماعة النساء إلا فی المسجد جماعة" وفیه ابن لهیعة وفیه کلام، آه. (۱/۱۵۵)(۲)

قلت: قد حسن له الترمذی واحتج به غیرواحد. (۱/۱۲۵-۱۲۶)(۳)

کما فیه أیضا: ولایخفی أن جماعة النساء فی مسجد الجماعة لاتکون إلا مع الرجال فمعنی الحدیث لا خیرفی جماعة النساء إلامع الرجال فعلم أن جماعة النساء وحدهن مکروهة لنفیه صلی اللّٰه علیه وسلم الخیریة عنها، وقد أجمعت الأمة علٰی کراهة خروج النساء إلٰی مسجد الجماعة أیضًا ولوخرجن فلم یجوزأحد من الأ ئمة أن یجمعن وحدهن بل لا بد لهن من الصلٰوة خلف الرجال فافهم. وکل ما ورد عن عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها وأم سلمة رضی اللّٰه تعالٰی عنها فی إمامتهما النساء فلا یخلوعن مثل لیث ابن أبی سلیم وابن أبی لیلٰی وغیرهما ممن فیه مقال فلم یکن راجحا علٰی أثرابن لهیعة هذا ورو اية إبراهیم عن عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها منقطعة فلا ترجیح له أیضًا ولایخفی ترجیح المرفوع علی الموقوف ولم یتبین مخالفة عمل الراوی لراویة هل کانت قبل الروایة أوبعدها فلایعمل بفعل عائشة أثرها المرفوع فافهم والبسط فی الإعلاء. (۲/۱۱۴-۱۱۵)

روایات مذکورہ سوال کا جواب تو عبارت عربی میں دیدیا گیا کہ حضرت عائشہؓ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ عورتوں کی جماعت میں خیر نہیں ہے، اسی پر حنفیہ کا عمل ہے اور اسی سے ان کے قول کی ترجیح معلوم ہوتی ہے، پس عورتوں کو باہم جماعت کرنا مکروہ ہے اور عید کی جماعت تو صرف عورتوں سے منعقد ہو ہی نہیں سکتی؛ کیوں کہ وہ مثل جمعہ کے ہے، جس کے لئے رجال کا وجود شرط ہے اور اس کے سوا بھی ان کی

(۱) المستدرک للحاکم، باب فی فضل الصلوات الخمس (ح: ۷۳۱) انیس

(۲) کتاب الصلاة، باب خروج النساء إلٰی المساجد وغیرذلک وصلاتهن فی بیوتهن وصلاتهن فی المسجد، رقم الحدیث: ۲۱۰۴، انیس)

(۳) یہ عبارت اعلاء السنن میں بھی ہے، باب کراهة جماعة النساء: ۴/۲۴۲-۱۲۱۹، إدارة القرآن العلوم الإسلامیة. انیس

جماعت مکروہ ہے اور عید کے دن الگ الگ بھی نماز پڑھنا ایک گھر میں جمع ہوکر مکروہ ہے؛ کیوں کہ اجتماع نسا فتنہ سے خالی نہیں، ہاں ہر عورت اپنے گھر میں بہ نیت نفل جتنی چاہے نماز پڑھے۔ واللہ اعلم

۱۹ رجب ۱۳۴۵ھ۔ (امداد الاحکام: ۲/ ۱۳۰۔۱۳۲)

صرف عورتوں کی جماعت کا حکم:

سوال: عورتوں کا مردوں کے ساتھ مل کر نماز ادا کرنا یا صرف تنہا عورتوں کا جماعت سے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

عورتوں کا جماعت سے نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔

"ويكره تحريماً جماعة النساء ولو في التراويح. (الدرالمختار: ۱/ ۳۸۰)(۱)/ **كذا في مجمع الأنهر**: ۱/ ۱۰۸) **فقط والله تعالىٰ أعلم بالصواب**

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی۔ (حبیب الفتاویٰ: ۲/ ۳۷۔۳۸)

مستورات کی جماعت کا ثبوت شرعی موجود ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ کی اہلیہ نفلوں میں کلام پاک سنا رہی ہے اور عورتوں کی امامت کر رہی ہے، اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ عورتوں کی جماعت کا کیا ثبوت ہے؟ کیا واقعی عورتوں کی جماعت کا کوئی شرعی ثبوت نہیں ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: فضل الٰہی خطیب جامع مسجد فاروقیہ اسلام آباد..... ۲۴/ ۹/ ۱۹۷۶ء)

الجواب ــــــــــــــــــــ

بنا بر تحقیق عورتوں کی جماعت مشروع ہے، نہ منسوخ ہے اور نہ مخصوص۔

لأن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم جعل لأم ورقة مؤذنا وأمرها أن تؤم أهل دارها. (رواه أبو داؤد: ۱/ ۹۵)(۲)

ولا وجه لنسخة ولا دليل علىٰ الخصوصة كيف وقد روى ابن ابى شيبة أن أم سلمة وعائشة رضى الله تعالىٰ عنهما أمتا في التراويح والفرض. (۳)

(۱) كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس

(۲) سنن أبي داؤد: ۱/ ۹۵، باب إمامة النساء (یہ عبارت اس طرح ہے: عن أم ورقة بنت عبد الله بن الحارث بهذا الحديث والأول أتم قال وكان رسول الله صلى الله عليه و سلم يزورها في بيتها وجعل لها مؤذناً يؤذن لها وأمرها أن تؤم أهل دارها)(كتاب الصلاة، باب إمامة النساء، رقم الحديث: ۵۹۲، انيس)

(۳) مصنف ابن أبي شيبة: ۱/ ۵۳۶، باب المرأة تؤم النساء

قال العلامة اللكهنوى (فى عمدة الرعاية علىٰ هامش شرح الوقاية: ١٧٦/١): قوله كجماعة النساء وحدهن عللوه بأنها لا تخلوعن ارتكاب ممنوع وهو قيام الإمام وسط الصف ولايخفىٰ ضعفه بل ضعف جميع ما وجهوا به الكراهة كيف كماحققناه فى تحفة النبلاء فى مسئلة جماعة النساء،وذكرنا هناك إن الحق عدم الكراهة كيف لا وقد أمت بهن أم سلمة و عائشة رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما فى التراويح وفى الفرض،كما أخرجه ابن أبى شيبة وغيره:وأمت أم ورقة فى عهد النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم بأمره،كما أخرجه أبو داؤد،انتهىٰ(۱)

قلت:وقال الإمام الأئمة إذا صح الحديث فهومذهبى(۲) مقدمة أو لعل المراد من الكراهة تنزيهية كما يشير إليه كلام صاحب الخلاصة و صلوٰتهن فُرادىٰ أفضل،(۳) نعم:صرح فى شرح التنوير بالتحريم لاكن لا وجه له،(۴)فافهم.وهو الموفق(فتاویٰ فریدیہ:۳۲۵/۲-۳۲۶)☆

(۱) عمدة الرعاية علىٰ هامش شرح الوقاية: ١٧٦/١،فصل فى الجماعة

(۲) قال العلامة ابن عابدين:ونظيره هٰذاما نقله العلامة بيرى فى أول شرحه علىٰ الأشباه عن شرح الهداية لابن الشحنة ونصه :إذا صح الحديث وكان علىٰ خلاف المذهب عمل بالحديث ويكون ذلك مذهبه ولا يخرج مقلده عن كونه حنفياً بالعمل به فقد صح عنه أنه قال إذا صح الحديث فهو مذهبى وقد حكى ذلك ابن عبد البرعن أبى حنيفة وغيره من الأئمة.(ردالمحتارهامش الدرالمختار: ٥٠/١،مطلب صح عن الإمام أنه صح الحديث فهومذهبى)

(۳) قال العلامة طاهربن عبد الرشيد البخارى:وإمامة المرأة للنساء جائزة إلا أن صلوٰتهن فرادىٰ أفضل.(خلاصة الفتاوىٰ: ١٤٧/١،فصل فى الإمامة والاقتداء)

(۴) قال العلامة الحصكفى:ويكره تحريماًجماعة النساء ولو فى التراويح ... فإن فعلن تقف الإمام وسطهن ... كالعراة فيتوسطهم إمامهم،ويكره جماعتهم تحريماً، فتح.(الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار: ٤١٨/١،قبيل مطلب هل الإساءة دون الكراهة،الخ (كتاب الصلاة،باب الإمامة،انيس)

☆ *جماعۃ النساء بعض فقہا کے نزدیک جائز اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے:*

سوال: کیافرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ!

(۱) ایک حافظ قرآن تراویح میں خواتین کے لئے امامت کراتی ہے جس کے لئے دیگر خواتین کو دعوت بھی دی جاتی ہے کیااس میں کراہت ہے؟

(۲) ایک معمر خاتون چارسدہ میں بروز جمعہ دیگر خواتین کو جمع کر کے جمعہ پڑھاتی ہے کیاان خواتین کے ذمہ نماز ظہر ساقط ہوجاتی ہے؟ بینواتوجروا۔

(المستفتی:مفتی عبداللہ شاہ محلّہ عزیزخیل چارسدہ......۱۹۹۱/۴/۱ء)

الجواب

(۱) فقہا کرام نے خواتین کی جماعت کواور جماعت کے لئے گھروں سے نکلنے کومکروہ لکھا ہے۔(كما فى إمامة الدرالمختارمع ردالمحتار)

==

تراویح میں عورتوں کی جماعت مکروہ ہے:

سوال: ایک عورت قرآن کی حافظ ہے، اگر وہ عورت کلام ربانی تراویح کے اندر پڑھنا چاہے تو عورتوں کی جماعت ہوسکتی ہے، یانہیں؟

== (قال العلامة الحصكفي: ويكره تحريماً جماعة النساء ولو في التراويح في غير صلاة جنازة فإن فعلن تقف الإمام وسطهن... ويكره جماعتهم تحريماً فتح ويكره حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعيد ووعظ مطلقاً ولو عجوزاً ليلاً علىٰ المذهب المفتي به لفساد الزمان. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار: ٤١٨/١، باب الإمامة)

اور مولانا عبدالحی نے عمدة الرعاية علىٰ شرح الوقاية (١٧٦/١) میں جواز کوراجح قرار دیا ہے؛ (قال العلامة عبد الحي اللكهنوي: قوله: كجماعة أي كما يكره جماعة النساء وحدهن سواء كان في الفرض أو النفل وعللوه بأنها لا يخلوا عن ارتكاب ممنوع وهو قيام الإمام وسط الصف ولا يخفىٰ ضعفه بل ضعف جميع ما وجهوا به الكراهة كما حققناه في تحفة النبلاء الفناها في مسئلة جماعة النساء وذكرنا هناك أن الحق عدم الكراهة كيف لا وقد أمت بهن أم سلمة وعائشة في التراويح وفي الفرض كما أخرجه ابن أبي شيبة وغيره أمت أم ورقة في عهد النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بأمره كما أخرجه أبو داؤد. (عمدة الرعاية علىٰ هامش شرح الوقاية: ١٧٦/١، فصل في الجماعة) کیوں کہ پیغمبر علیہ السلام نے ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو امامت کرنے کی اجازت دی تھی، (كما في سنن أبي داؤد: ٩٥/١، باب إمامة النساء) (عن أم ورقة بنت عبد الله بن الحارث بهٰذا الحديث والأول أتم وكان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يزورها في بيتها وجعل لها مؤذناً يؤذن لها وأمرها أن يؤم أهل دار ها قال عبد الرحمٰن فإنا رأيت مؤذنها شيخاً كبيراً. (سنن أبي داؤد: ٩٥/١، باب إمامة النساء) (رقم الحديث: ٥٩٢، انيس) اور پیغمبر علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تراویح میں امامت کراتی تھیں، (كما في مصنف ابن أبي شيبة وغيره) (أن أم سلمة وعائشة رضي الله عنهما أمتا في التراويح والفرض. (مصنف ابن أبي شيبة: ٥٣٦/١، باب المرأة تؤم النساء) تو معلوم ہوا کہ ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی امامت نہ مخصوص ہے اور نہ منسوخ ہے، بہر حال فقہا کرام کا حکم فتنہ کے سدباب پر محمول ہے۔

(۲) جب ذکورت شرط وجوب ہے تو عورت عوتوں کی امام جمعہ ہوسکتی ہے لیکن بہر حال مکروہات سے بھر پور ہے اور انفراد اس سے بہت مفضول ہے۔ وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۳۲۶-۳۲۸)

جماعۃ النسا میں تحقیق سے جواز بلا کراہیت معلوم ہوتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مستورات نماز تراویح باجماعت پڑھ سکتی ہیں؟ کہ ایک لڑکی حافظہ امامت کرائیں اور دوچار لڑکیاں مقتدی بن جائیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عبدالصبور صاحب بنوں......۱۱/۱۰/۱۹۷۴ء)

الجواب

فقہاءِ کرام نے جماعۃ النساء کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، كما في الدر المختار: ويكره تحريماً جماعة النساء ولو في التراويح. (هامش ردالمحتار: ٣٨٠/١) (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار: ٤١٨/١، مطلب هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش منها، باب الإمامة)

==

الجواب

عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے،نہیں کرنی چاہئے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۷۰-۷۱)

تراویح میں عورت کی اقتدا شوہر کرے یا نہیں:

سوال: زوجۂ زید حافظہ قرآن ہے،اگر اس رمضان شریف میں اس کا شوہر اور ابن اور بنات اس کی اقتدا فرض وتراویح میں کریں تو جائز ہے،یا نہیں؟اور اگر وہ تنہا تراویح پڑھے تو جہر کے ساتھ قرأت قرآن درست ہے،یا نہیں؟

الجواب

"ولایصح اقتداء رجل بالمرأة وخنثی وصبی مطلقاً "إلخ.(الدرالمختار)(۲)

"ویکره جماعة النساء ولوفی التراویح". (الدرالمختار)(۳)

"ولاتجهر فی الجهریة، بل لوقیل: الفساد بجهرها،لأمکن بناءً علی أن صوتها عورة". (ردالمحتار: ۳٤۹/۱)(۴)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ مرد کی نماز عورت کے پیچھے نہیں ہوتی اور تنہا عورتوں کی جماعت بھی مکروہ تحریمی ہے اور عورت تنہا بھی جہریہ نماز میں جہر نہیں کرسکتی۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۵۵)

==

وفی الهندیة: ۸۹/۱:

ویکره إمامة المرأة للنساء فی الصلوات کلها من الفرائض والنوافل إلا فی صلاة الجنازة،هٰکذا فی النهایة.(الفتاویٰ العالمکیریة: ۸۵/۱،الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماماً لغیره)(الباب الخامس فی الإمامة،انیس)

لیکن تحقیق سے جواز بلا کراہیت معلوم ہوتا ہے،کما قال العلامة اللکهنوی فی عمدة الرعایة علیٰ هامش شرح الوقایة (۱۷٦/۱)إن الحق عدم الکراهة وقد أمت بهن أم سلمة و عائشة فی التراویح وفی الفرض کما أخرجه ابن أبی شیبة وغیره.وأمت أم ورقة فی عهد النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم بأمره،کماأخرجه أبو داؤد انتهٰی ما فی العمدة.(عمدة الرعایة هامش شرح الوقایة: ۱۷٦/۱،فصل فی الجماعة)

قلت:ما قالوا إنها منسوخة فضعیف من وجهین عدم تحقیق الناسخ وکذا فعل أمهات المؤمنین إیاها بلا نکیر کما مر فی کلام المحقق وکذا أنکر ابن الهمام تحقق الناسخ،ولو قالوا إنها مخصوصة بأم ورقة قلنا لا یصح دعویٰ الخصوصیة أیضاً؛لأنها فعلتها أمهات المؤمنین رضی اللّٰه تعالیٰ عنهم بعد وفاته قلت والأوجه عندی أن یحمل الکراهة علیٰ الخروج إلیٰ المسجد للجماعة.وهو الموفق(فتاویٰ فریدیہ:۲/۳۴۰-۳۴۱)

(۱) ویکره تحریماً جماعة النساء ولوفی التراویح فی غیر صلاة جنازة.(الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۲۸/۱،ظفیر)

(۲) الدرالمختار علیٰ هامش ردالمحتار ،باب الإمامة: ۵۳۹/۱،ظفیر

(۳) أیضاً: ۵۲۸/۱((کتاب الصلاة،باب الإمامة،انیس)

(۴) ردالمحتار،فصل فی تالیف الصلاة،تحت قوله:وتلصق بطنها الخ : ٤۷۱/۱،ظفیر(کتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،مطلب فی إطالة الرکوع للجائی،انیس)

عورت امام ہوسکتی ہے یا نہیں:

سوال: نمازِ پنجگانہ اور تراویح میں عورتوں کا امام عورت ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

عورتوں کا امام اگر عورت ہو تو ہر نماز مکروہ ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۰۱)

عورت کا امام بنانا کیسا ہے:

سوال: عورتوں میں اگر کوئی عورت امام بن کر نماز پڑھاوے تو جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

نماز جائز ہوگی، مگر عورت کی امامت مکروہ تحریمی ہے؛ اس لئے نماز میں کراہت تحریمی رہی۔(۲)

(بدست خاص، ص:۴۹) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۶۳) ☆

(۱) فی العالمکیریة: ۸۰/۱: ویکره إمامة المرأة للنساء فی الصلوٰة کلها من الفرائض والنوافل، الخ. (جمیل الرحمن) (الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماماً لغیره)

(۲) نوٹ: ایک ضروری مسئلہ: عورت اگر عورتوں کی جماعت کرادے تو؟ اس موضوع پر حضرت کے دو اور فتوے ضمیمہ دوم میں ملاحظہ ہوں۔ (نورالحسن کاندھلوی)

☆ عورت کی امامت کے عدم جواز پر کتب فقہ کی عبارات:

مذہب احناف:

حاشیہ الطحطاوی میں ہے:

المرأة تخالف الرجل فی مسائل منها... ولا تؤم الرجال. (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۲۵۹، فصل فی بیان سننها، قدیمی وهکذا فی الشامی: ۵۰٤/۱، سعید/ والبحر الرائق: ۳۲۱/۱، الماجدیة)

نیز شامی میں ہے:

إذا استخلفها الإمام وخلفه رجال ونساء فتفسد صلاة الکل أما الرجال والإمام فلعدم صحة اقتداء الرجال بالمرأة. (رد المحتار: ۵٦٥/۱، سعید)

البحر الرائق میں ہے:

وفسد اقتداء رجل بامرأة ونقل فی المجتبی الإجماع علیه. (البحر الرائق: ۳۵۹/۱، کوئتة)

مذہب مالکیہ:

المدونہ میں ہے:

وقال مالک: لاتؤم المرأة. (المدونة: ۸۵/۱، کتاب الصلاة، فی الصلاة خلف السکران) ==

عورتوں کے لئے مساجد اوران کی امامت:

سوال: نماز فرضی یا نفلی میں عورت عورتوں کی امامت کرا سکتی ہے یا نہیں؟ شہر، محلّہ اور دیہات میں عورتوں کے لئے مخصوص مساجد قائم کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟

موضوع کا مختصر تعارف:

(۱) اسلام کے صدر اول میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی عالمہ، فاضلہ اور معلّمہ ہوا کرتی تھیں، بعد کے ادوار میں زیادہ تر عورتیں دینی تعلیم سے محروم ہو گئیں، بایں وجہ وہ نسوانی مسائل میں تحقیقات سے معریٰ ہو گئیں؛ لیکن حالیہ چند برسوں میں پاکستان کے مختلف علاقوں میں لڑکیوں کی دینی تعلیم کی طرف توجہ ہوئی ہے اور کئی دینی مدارس خالص لڑکیوں اور عورتوں کی تعلیم کے لئے قائم کئے گئے ہیں اور بعض مدارس میں مکمل درس نظامی پڑھایا جاتا ہے اور اکثر مدارس حفظ قرآن کے لئے اہتمام کرتے ہیں، بعض شہروں میں محلّہ جات کے اندر مخصوص عورتوں کے لئے مساجد بھی

== الثمر الدانی میں ہے:

ولا تـؤم الـمرأة فی فريضة ولا نافلة لا رجالا ولانساء...قوله ولاتؤم المرأة...وكما لا تؤم المرأة لا يـؤم الـخـنثى الـمشـكـل فإن ائتم بهما أحد أعاد أبدًا على المذهب سواء كان من جنسهما أولا،...فاعلم أن الذكورة المحققة شرط فی صحة الإمامة.(الثمر الدانی: ۱۰۰، باب الإمامة،دار الفكر)

مذہب شافعیہ:

کتاب الامام میں ہے:

قـال الشافعی:وإذا صلت المرأة برجال ونساء وصبيان ذكور فصلاة النساء مجزئة و صلاة الرجال والـصـبيـان الـذكورغيرمجزئة لأن الله عزوجل جعل الرجال قوامين على النساء و قصرهن عن أن يكن أولياء وغيرذلک و لا يجوزأن تكون امرأة أمام رجل فی صلاة بحال أبدًا،الخ.(كتاب الأم: ۱/۱۹۱،باب صفة الأئمة، إمامة المرأة للرجال /وروضة الطالبين: ۱/۳۵۱،باب صفة الأئمة. المكتب الإسلامی)

مذہب حنابلہ:

المغنی میں ہے:

وأمـا الـمـرأة فلا يصح أن يأتم بها الرجل بحال فی فرض ولا نافلة فی قول عامة الفقهاء ولنا قول النبی صـلـى الـلـه عليه وسلم:" لا تؤمن امرأة رجلا "ولأنها لاتؤذن للرجال فلم يجزأن تؤمهم كالمجنون، وحديث أم ورقة...ولـوقـدر ثبـوت ذلک لأم ورقة لـكـان خـاصًـا بهـا بـدليـل أنه لايشرع لغيرها من النساء أذان ولا إقامة فتختص بالإمامة لاختصاصها بالأذان والإقامة.(المغنی: ۲/۳۳،أحكام إمامة المشرک والمرأة والخنثى،دار الكتب العلمية بيروت)والله سبحانه وتعالىٰ أعلم(فتاویٰ دار العلوم زکریا:۲/۲۷۹-۲۸۰)

بنائی گئی ہیں، عالمات کا خیال ہے کہ ہم ایسی مساجد میں یا گھروں میں عورتوں کی امامت کر کے نماز باجماعت ادا کریں اور ان مساجد میں تدریسی کام کریں اور حافظات کے لئے فرائض کی بالخصوص تراویح میں ''امامت النساء'' کی سخت ضرورت ہے، وہ کہتی ہیں کہ تراویح میں ''ختم القرآن'' نہ ہونے کی صورت میں حفظ متاثر ہوسکتا ہے، ان عالمات وحافظات اور دیگر عورتوں نے علما کرام کی طرف رجوع کیا تو حنفی علما کی دو آراء سامنے آئیں، فقہ احناف میں اس کی گنجائش نہیں ہے، چونکہ متداول کتب میں عورتوں کی جماعت کو مکروہ لکھا گیا ہے، جو مکروہ تحریمی پر محمول ہے، ان علما کا یہ بھی کہنا ہے کہ عورتوں کے لئے مخصوص مساجد کا قیام اور جماعت کا اہتمام بدعت سیئہ ہے، بلکہ ایک قسم کا فتنہ ہے، جس کی حوصلہ شکنی ہونی چاہئے۔

(۲)　علماءِ احناف کی دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ورقہ ؓ کو امامت کا امر فرمایا اور امہات المومنین سیدہ عائشہؓ اور سیدہ ام سلمہؓ نے امامت فرمائی ہے، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے بھی جواز کا فتویٰ دیا ہے، ایسی صورت میں اس کو بدعت اور مکروہ تحریمی تو درکنار مکروہ تنزیہی بھی نہیں کہا جا سکتا ہے، بعض صحابیات نے اپنے گھروں میں مساجد بنا رکھی تھیں؛ اس لئے ایسی مساجد کو بدعت اور فتنہ نہیں کہا جا سکتا ہے، ان علما نے فرمایا ہے کہ محققین علما احناف نے متداول فقہی کتابوں میں لکھی گئی کراہت تحریمی کو بوجوہ قبول نہیں کیا۔

اولاً:　رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذان، بلکہ امر کے بعد اور امہات المومنین سے عملاً ثبوت کے بعد کراہت کا قول ناقابل سماعت ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ کا فرمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت شدہ حدیث کی وجہ سے میرا قول ترک کردو، جب کہ یہ کراہت تو امام صاحبؒ کا قول بھی نہیں ہے۔

ثانیاً:　عورتوں کی الگ جماعت کی کراہت ''ظاہر الروایۃ کتب'' میں کہیں بھی نہیں، صرف کتاب الآثار للامام محمد میں مذکور ہے، وہ بھی غیر اولی کے ہم معنی لفظ سے۔ ''کتاب الآثار، ظاہر الروایۃ'' کی کتاب میں سے نہیں ہے۔

ثالثاً:　اصل میں یہ ایک مغالطہ ہے، متقدمین میں سے کسی نے **''یُکرہ جماعة العریان وإن صلوا قام الإمام وسطھم کجماعة النساء''** اس میں تشبیہ صرف قیام الامام وسطہم کے اندر ہے، کسی ایک فقیہ نے تشبیہ فی الکراہۃ بیان کردی تو دیگر تمام فقہا نے اسے فقہ حنفی کا مسئلہ قرار دیا۔

فقیہ محمود العینی نے ''النہایۃ فی شرح الہدایۃ: ۲/۳۹۵-۴۰۱'' پر اس مسئلہ میں کلام کیا ہے اور اس باب میں احادیث پر عمل کو ترجیح دی ہے، حضرت مولانا عبدالحیی لکھنوی نے عورتوں کی جماعت بلا کراہت پر ایک مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے، براہ کرم اپنے وسیع مطالعہ سے شرکا مباحثہ کو مستفیض فرمادیں؟

(۱)　(و) یکرہ تحریما (جماعة النساء) ... (فإن فعلن تقف الإمام وسطهن) ... (کالعراة) فیتوسطهم إمامهم ویکره جماعتهم تحریماً فتح. (الدر المختار علی صدر رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۶۵-۵۶۶، دار الفکر بیروت. انیس)

الجواب ــــــــــــــــــ باسمہ تعالیٰ

حالیہ چند برسوں میں عورتوں میں دینی تعلیم کے شوق کی نئی لہر پیدا ہوئی ہے، جس سے یہ امید پیدا ہورہی ہے کہ مستقبل کی نسل ماں کی گود سے (جو کہ ہر بچہ کا پہلا مدرسہ ہے) دینی تربیت سے بہرہ ہوکر معاشرہ میں دینی ماحول پیدا کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہوگی، (خدا کرے ایسا ہو) خصوصاً قرآن کا شوق عورتوں میں بہت زیادہ بڑھ کر ہے، ممکن ہے کہ قرون ماضیہ کی سنی ہوئی کہانیاں اس دور میں حقیقت بن کر سامنے آئیں اور اب بھی مائیں بچوں کو لوریاں دیں اور قرآن سنا کر تھپ تھپا کر سلائیں، اگر یہ ماحول پیدا ہوگیا تو کوئی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس راستہ سے امت مسلمہ کے بگڑے ہوئے حالات کو بدل دیں اور امت مسلمہ کی حالت سنبھل جائے۔

اگر چہ اس عاجز کے خیال میں عورتوں کے لئے مکمل قرآن حفظ کے بجائے کہ جس کا باقی رکھنا عورتوں کے لئے مخصوص حالات کی بنا پر انتہائی مشکل ہے، بقدر ضرورت حفظ کے بعد دینی تعلیم (جو کہ زیادہ انفع ہے) کی طرف توجہ دینا زیادہ بہتر ہے، اس سے جہاں موجودہ قسم کے مسائل مثلاً موضوع مذاکرہ بھی پیدا نہیں ہوں گے اور دین کی پختہ تعلیم کی بنا پر گھریلو ماحول کو زیادہ بہتر طریقہ اور سرعت کے ساتھ دینی بنایا جاسکے گا اور یہ سب کچھ اس صورت میں ممکن ہوگا، جب کہ ان مدارس میں لڑکوں کے مدارس کی طرح غیر ضروری پھیلاؤ نہ ہو اور سخت احتیاطی تدابیر اختیار کرنے میں ذرا بھی تساہل سے کام نہ لیا جائے، ورنہ خاکم بدہن یہ مدرسۃ البنات دنیوی تعلیم کے گرلز اسکول اور گرلز کالجوں سے محض نام میں مختلف ہوں گے اور عملی طور پر ان کی طرح محض وقت گزاری اور عشق ومحبت کی رسمیں زندہ کرکے دین حنیف کی بدنامی کا باعث ہوں گے۔ **(و لا فعله الله)**

بہر حال یہ چند تمہیدی باتیں تھیں، اب اصل موضوع کے بارے میں مختصر طور پر اپنی گزارشات آپ حضرات کی خدمت عالیہ میں پیش کرتا ہوں۔

سب سے پہلے ہم جماعتِ نسا کے بارے میں ذخیرہ احادیث کا تتبع کرتے ہیں تو ہمیں ایک طرف وہ روایات ملتی ہیں، جن میں صحابیات کے عمل سے احیاناً فرائض میں جماعت نساء کا ثبوت ملتا ہے اور نوافل میں فرائض کے مقابلہ میں جماعتِ نسا کا عمل زیادہ ملتا ہے۔

فرائض امامت عائشہ وام سلمہ رضی اللہ عنہما کی روایات اعلاء السنن میں (۴؍۲۱۵-۲۱۶ پر) موجود ہیں۔(۱)

اسی طرح ام ورقہ رضی اللہ عنہا کی روایت بذل المجہود میں موجود ہے۔(۲)

---

(۱) اعلاء السنن للعلامة ظفر أحمد عثماني التهانوي، م: ۱۳۹٤ھ، كتاب الصلاة، باب كراهة جماعة النساء: ٤/٢٤٣-٢٤٤، رقم الحديث: ١٢٢١-١٢٢٢، ط: ادارة القرآن والعلوم الاسلامية

(۲) بذل المجهود لخليل أحمد سهارنفوري، كتاب الصلاة، باب إمامة النساء: ١/٣٣٠، ط: مكتبة قاسمية، ملتان

نوافل اور تراویح میں حضرت عائشہؓ کی جماعت کرانے کی روایت کتاب الآثار میں ہے۔ (۱)

دوسری طرف وہ روایات ملتی ہیں جن میں جماعت النساء سے خیر کی نفی کی گئی ہے، مثلاً:

(۱) "عن عائشة رضی الله تعالٰی عنهاأن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لاخیرفی جماعة النساء إلا فی المسجدأوفی جنازة قتیل". (۲)

اعلاء السنن میں حدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہے۔

(۲) "أنه قال لا تؤم المرأة". (۳)

(۳) "روی ابن خزیمة عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم:إن أحب صلاة المرأة إلی الله فی أشد مكان فی بیتها ظلمة. (۴)

وفی حدیث له ولإبن حبان هوأقرب ما تكون من وجه ربها وهی فی قعربیتها. (۵)

(۴) "ما فی أبی داؤد وصحیح ابن خزیمة صلاة المرأة فی بیتها أفضل من صلا تها فی حجرتها وصلا تها فی مخدعهاأفضل من صلا تها فی بیتها یعنی الخزانة التی تكون فی البیت. (۶)

تعارض ادلہ کی بنا پر اکثر فقہاء احناف نے دوسری قسم کی روایات کو ترجیح دی، چنانچہ عام متداول متون، شروح اور کتب فتاویٰ میں جماعتِ نسا کو مکروہ قرار دیا گیا، جب کہ چند حضرات علامہ ابن ہمام صاحب فتح القدیر، علامہ عینی صاحب بنایہ شرح ہدایہ قریبی زمانے کے علامہ عبدالحیٔ رحمہم اللہ نے کراہت کا انکار کیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں کراہت پر رد کیا اور علامہ عینی صاحب بنایہ شرح ہدایہ میں صاحب ہدایہ کے جماعتِ نسا کی کراہت کے دلائل کا رد کیا ہے، علامہ عبدالحی الکھنوی مرحوم نے اس مسئلہ پر مستقل رسالہ **"تُحفَةُ النبلاء فِیُ جَمَاعَةِ النِّسَاءِ"**(۷) تصنیف فرمایا۔

---

(۱) كتاب الآثار للإمام أبی حنیفة بروایة محمد،باب المرأة تؤم النساء وكیف تجلس فی الصلاة: ۶۰۳/۱،رقم الحدیث:۲۱۷،ط:دار الكتاب العلمیة،بیروت

(۲) إعلاء السنن،رقم الحدیث:۱۲۱۹،ج:۴/ص:۲۴۲(باب كراهة جماعة النساء،انیس)

(۳-۴) إعلاء السنن،رقم الحدیث:۱۲۲۰،ج:۴/ص:۲۴۳(باب كراهة جماعة النساء،انیس)

(۵-۶) فتح القدیر لكمال الدین ابن همام ،كتاب الصلاة،باب الإمامة: ۳۰۷/۲،ط:مكتبة رشیدیة

(۷) **تحفة النبلاء فی جماعة النساء:**

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی هدانا وما كنا لنهتدی لو لا أن هدانا إلی سواء السبیل وجعل العلماء ورثة الأنبیاء وخصهم بمزید تفضیل،ورفع لهم الدرجات وضاعف لهم المثوبات وفضلهم بالأجرالجزیل ووعدمن نبیه ببعث مجدد علی رأس كل مأة سنة فی أمته یحق الحق ویبطل الباطل بأوضح سبیل فسبحانه ما أعظم شأنه أشهد أنه لا إله إلا هو ==

== وحده لا شريک له ولا ضد له ونظيره مستحيل وأصلی وأسلم علی رسوله سيدولد آدم فخر العالم محمد الذی أوضح لمتبعيه سبل الهداية ونجاهم عن طرق الضلاة صاحب الخلق العظيم والفضل الجميل وعلی آله وصحبه ومن تبعهم بإحسان إلی يو الثواب الجليل.

وبعد:

فيقول الراجی عفو ربه القوی أبوالحسات محمد عبدالحي اللكنوی الأنصاری الحنفی تجاوز اللّٰه عن ذنبه الجلی والخفی.

هذه رسالة لطيفة وعجالة شريفة مسماة بـ "تحفةالنبلاء فی جماعة النساء" ألفتها حين وقعت تذكرة جماعة النساء وحدهن فی الصلوات الخمس وغيرها بين الجلساء أرجوا من فضل ربی أن يجعلها مقبولة فی أعين الفضلاء وقد رتبتها علی مراصد مشتملة علی مقاصد:

المرصد الأول:

فی ذكر الأخبار والآثار الواردة فی مشروعية جماعة النساء وحدهن فی الفرائض والنوافل وكيفية إقامتهن فی حالة إمامتهن لهن.

أخرج أبوداؤد فی سننه: حدثنا عثمان بن أبی شيبة نا وكيع بن الجراح نا الوليد بن عبداللّٰه بن جميع حدثتنی جدتی وعبدالرحمن بن خلاد الأنصاری عن أم ورقة بنت عبد اللّٰه بن نوفل أن النبی صلی اللّٰه عليه وعلی آله وسلم لما غزا بدرا قالت:قلت له:يارسول اللّٰه ائذن لی فی الغزو أمرض مرضاكم لعل اللّٰه أن يرزقنی شهادة قال:قری فی بيتک فإن اللّٰه تعالیٰ يرزقک الشهادة قال:فكانت تسمی الشهيدة قال:وكانت قد قرأت القرآن فاستأذنت النبی صلی اللّٰه عليه وعلی آله وسلم أن تتخذ فی دارها مؤذنا فأذن لها وكانت قد دبرت غلاماً لها وجارية فقاما إليها فغماها بقطيفة لها حتی ماتت وذهبا فأصبح عمر رضی اللّٰه عنه فقام فی الناس فقال:من كان عنده من هذين علم أو من رآهما فليجئی بهما فأمر بهما فصلبا فكان أول مصلوب بالمدينة.

ثم أخرج عن الحسن بن حماد الحضرمی نا محمد بن فضيل عن الوليد بن جميع عن عبدالرحمن بن خلاد عن أم ورقة بنت عبداللّٰه بن الحارث بهذا الحديث، قال:وكان رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وعلی آله وسلم يزورها فی بيتها وجعل لها مؤذنا يؤذن لها وأمرها أن تؤم أهل دارها، قال عبدالرحمن:فأنا رأيت مؤذنها شيخا كبيراً.

قال ابن عبدالبر فی كتابه الإستيعاب فی أخبار الأصحاب:أم ورقة بنت عبداللّٰه بن الحارث بن عويمر الأنصاری وقيل بنت نوفل،هی مشهورة بكنيتها واضطرب أهل الخبر فی نسبها كان رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وعلی آله وسلم يسميها الشهيدة وكانت حين غزا رسول اللّٰه بدراً قالت:إئذن لی أخرج معكم إداوی جرحاكم وأمرض مرضاكم لعل اللّٰه يهدی إلی الشهادة فقال لها:إن اللّٰه مهد لک الشهادة وقری فی بيتک فإنک شهيدة.

وكان النبی صلی اللّٰه عليه وعلی آله وسلم أمرها أن تؤم أهل دارها وكان لها مؤذن وكانت تؤم أهل دارها حتی غمها غلام لها وجارية قد كانت دبرتهما فقتلاها فی خلافة عمر. ==

== فبلغ ذلک عمر رضی اللّٰہ عنہ فقام فی الناس وقال: إن أم ورقة غمها غلامها وجاریتها فقتلاهما وأنهما هربا فأمر بطلبهما فأدرکا فأتی بهما فصلبا وکان أول مصلوبین فی الإسلام فی المدینة وقال عمررضی اللّٰہ عنہ: صدق رسول اللّٰہ حین کان یقول انطلقوا بنانزور الشهیدة، انتهیٰ.

وقال ابن الأثیر الجزری فی کتابه أسد الغابة فی معرفة الصحابة: أم ورقة بنت عبداللّٰہ بن الحارث بن عمیر الأنصاریة وقیل: أم ورقة بنت نوفل هی مشهورة بکنیتها واختلفوا فی نسبها أخبرنا عبدالوهاب الصوفی بإسناده عن أبی داؤد نا عثمان بن أبی شیبة نا وکیع نا الولید بن عبداللّٰہ بن جمیع حدثتنی جدتی وعبدالرحمن بن خلاد الأنصاری عن أم ورقة بنت نوفل أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وعلی آله وسلم لما غزا بدرا، الحدیث انتهی.

وقال الحافظ ابن حجر فی تلخیص الحبیر فی تخریج أحادیث شرح الرافعی الکبیر عندذکر حدیث أم ورقة المذکور: أخرجه أبو داؤد والدارقطنی والحاکم والبیهقی عن أم ورقة بنت نوفل أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لما غزا بدراً ... الحدیث.

وفیه وأمرها أن تؤم أهل دارها وفیه قصة وأنها کانت تسمیٰ الشهیدة. وفی إسناده عبدالرحمن بن خلاد وفیه جهالة، انتهیٰ.

وقال العینی فی البنایة شرح الهدایة قوله: أی صاحب الدرایة: مع أن فی الحدیث أم ورقة مقالا إشارة إلی ما قاله المنذری فی مختصره لسنن أبی داؤد أن فی سنده الولید بن جمیع وفیه مقال ولا یضره ذلک فإن مسلما أخرج له وکفی هذا فی عدالته وثقته.

فإن قلت: قال ابن بطال فی کتابه: الولید بن جمیع وعبدالرحمن بن خلاد لایعرف حالهما.

قلت: ذکرهما ابن حبان فی کتاب الثقات فالحدیث إذن صحیح، انتهیٰ.

وفی المستدرک لأبی عبداللّٰہ الحاکم: حدثنا أبوعبداللّٰہ محمدبن عبداللّٰہ بن الصفار نا أحمد بن یونس الضبی نا عبداللّٰہ بن داؤد الخریبی نا الولید بن جمیع عن لیلیٰ بنت مالک وعبدالرحمن بن خالد الأنصاری عن أم ورقة الأنصاریة أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وعلی آله وسلم کان یقول: إنطلقوا بنا إلی الشهیدة فنزورها وأمر أن یؤذن لها ویقام وتؤم أهل دارها فی الفرائض.

قد احتج مسلم بالولید بن جمیع وهذه سنة غریبة لا أعرف فی الباب حدیثا مسنداً غیر هذا.

وقد روینا عن عائشة أنها کانت تؤذن وتقیم وتؤم النساء.

حدثنا أبوالعباس محمد بن یعقوب نا أحمد بن عبدالجبار نا عبداللّٰہ بن إدریس عن لیث عن عطاء عن عائشة: أنها کانت تؤذن وتقیم وتؤم النساء وتقوم وسطهن، انتهیٰ.

وأخرج محمد بن الحسن فی کتاب الآثار أخبرنا أبوحنیفة ناحماد عن إبراهیم عن عائشة أنها کانت تؤم النساء فی شهر رمضان فتقوم وسطهن، قال محمد: لا یعجبنا أن تؤم المرأة فإن فعلت قامت فی وسط الصف مع النساء کما فعلت عائشة وهو قول أبی حنیفة، انتهیٰ. ==

== وأخرج ابن عدی فی الکامل وأبو الشیخ الأصبهانی فی کتاب الأذان من حدیث أسماء بنت أبی بکر رضی الله عنها أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: لیس علی النساء أذان ولا إقامة ولا جمعة ولا إغتسال ولا تقدمهن إمرأة ولکن تقوم وسطهن.

قال العینی فی البنایة فی سنده الحکم بن عبدالله، قال ابن معین: لیس بثقة ولا مأمون وعن البخاری: ترکوه وعن النسائی: متروک الحدیث، وأنکر ابن الجوزی هذا الحدیث فی کتابه التحقیق وقال: لا یعرف مرفوعاً وإنما هو شیء یروی عن الحسن البصری وإبراهیم النخعی، انتهیٰ.

وأخرج عبدالرزاق فی مصنفه ومن طریقه الدارقطنی والبیهقی من حدیث أبی حازم عن رابطة الحنفیة عن عائشة رضی الله عنها: أنها کانت تؤم النساء فتقوم معهن فی الصف.

وأخرج ابن أبی شیبة ثم الحاکم من طریق عطاء عن عائشة رضی الله عنها أنها کانت تؤم النساء فتقوم معهن فی الصف.

وأخرج الشافعی وابن أبی شیبة وعبدالرزاق عن ابن عیینة عن عمار الدهنی عن إمرأة من قومه یقال لها حجیرة عن أم سلمة: أنها أمتهن فقامت وسطهن.

ولفظ عبدالرزاق: أمتنا أم سلمة فی العصر فقامت بیننا ... ومن طریقه أخرجه الدارقطنی أیضا.

وأخرج ابن أبی شیبة من طریق قتادة عن أم الحسن: أنها رأت أم سلمة تقوم معهن فی صفهن، کذا ذکره ابن حجر فی التلخیص.

وأخرج عبدالرزاق عن إبراهیم بن محمد عن داؤد بن الحصین عن عکرمة عن ابن عباس أنه قال: تؤم المرأة النساء وتقوم وسطهن.

وأخرج الحاکم فی المستدرک عن عبدالله بن إدریس عن عطاء عن عائشة: أنها کانت تؤذن وتقیم وتؤم النساء فتقوم وسطهن، کذا ذکره العینی.

المرصد الثانی:

فی ذکر اختلاف المذاهب فی هذه المسئلة.

اعلم أنه وقع الاختلاف فی أنه هل جماعة النساء وحدهن مشروعة أم غیر مشروعة؟

فذهب الشافعی إلی استحبابها وهو قول الأوزاعی والثوری وأحمد وحکاه ابن المنذر عن عائشة وأم سلمة. وقال النخعی والشعبی: تؤمهن فی النفل دون الفرض.

وشذ أبوثور والمزنی ومحمدبن جریر الطبری فأجازوا إمامة النساء علی الإطلاق للرجال وللنساء وعند الحسن البصری ومالک: لاتؤم المرأة أحداً لا فی فرض ولا فی نفل، کذا ذکره العینی فی البنایة والمشهور من مذاهب أصحابنا أن جماعة النساء وحدهن مکروهة وهو المذکور فی کثیر من الکتب الفقهیة لأصحابنا الحنفیة وعللوا الکراهة بتعلیلات متفرقة وأجابوا عن الأخبار المذکورة بجوابات غیر شافیة. ولنذکر قدراً من عبارات مشاهیر کتبهم وأعقبه بذکر مالهم وماعلیهم: ==

== قال ابن نجيم في البحر الرائق شرح كنز الدقائق: وجماعة النساء أي كره جماعة النساء لأنها لا تخلوا عن ارتكاب محرم وهو قيام الإمام وسط الصف فيكره كالعراة، كذا في الهداية وهو يدل على كراهة تحريم، لأن التقدم واجب على الإمام للمواظبة عليه من النبي صلى الله عليه وسلم وترك الواجب موجب لكراهة التحريم المقتضية للإثم، فإن فعلن يقف الإمام وسطهن كالعراة لأن عائشة فعلت كذلك، وحمل فعلها على ابتداء الإسلام ولأن في التقدم زيادة الكشف، انتهىٰ.

وفي رمز الحقائق شرح كنز الدقائق للعيني: وكره جماعة النساء لأنها لاتخلوا عن حرام فإن فعلن أي أردن أن يصلين جماعة يقف وسطهن تحرزا عن زيادة الكشف كالعراة فإنهم إذا صلوا بجماعة يقف الإمام وسطهم، انتهىٰ.

وفي مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر: وكذا يكره جماعة النساء لأنه يلزمهن أحد المحظورين إما قيام الإمام وسطهن أو تقدمه وهما مكروهان في حقهن كراة تحريم إلا في صلاة الجنازة فإنها لاتكره فيها لأنها فريضة فلا يترك بالمحظور. فإن فعلن أي صلين بجماعة وارتكبن الكراهة يقف الإمام وسطهن لأن عائشة فعلت كذلك حين كانت جماعتهن مستحبة ثم نسخ الإستحباب.

وفي السراج: وإنما أرشد إلى التوسط لأنه أقل كراهة من التقدم لكن لا بد أن يتقدم عقبها من عقب من خلفها ليصح الاقتداء حتى لو تأخر لم يصح، انتهىٰ.

وفي تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق للفخر الزيلعي:

وجماعة النساء أي كره جماعة النساء وحدهن لقوله عليه السلام: صلاة المرأة في بيتها أفضل من صلاتها في حجرتها وصلاتها في مخدعها أفضل من صلاتها في بيتها. ولأنه يلزمهن أحد المحظورين: إما قيام الإمام وسط الصف وهو مكروه أو تقدم الإمام وهو أيضا مكروه في حقهن كالعراة فلم يشرع في حقهن الجماعة أصلاً ولذا لم يشرع لهن الأذان لأنه دعا إلى الجماعة ولولا كراهة جماعتهن لشرع، فإن فعلن يقف الإمام وسطهن لأن عائشة فعلت كذلك حين كانت جماعتهن مستحبة ثم نسخ الاستحباب ولأنها ممنوعة عن البروز لا سيما في الصلاة ولذا كانت صلاتها في بيتها أفضل وتنخفض في سجودها ولا تجافي بطنها فخذها وفي تقدم إمامهن زيادة البروز فيكره، انتهىٰ.

وفي المجتبى شرح مختصر القدروي للزاهدي: يكره للنساء أن يصلين وحدهن جماعة فإن فعلن وقف الإمام وسطهن كالعراة. وقال الشافعي: يستحب كالرجل لحديث رابطة: أن عائشة أمتنا فقامت وسطنا، ولنا أن جماعتهن لو كانت مشروعة لكره تركها ولشاع كشيوع جماعة الرجال وحديث رابطة كان في ابتداء الإسلام ووقوف الإمام وسطهن استر لهن فكان أولىٰ، انتهىٰ.

وفي جامع المضمرات شرح مختصر القدوري: فإن فعلن وقف الإمام وسطهن لأن عائشة فعلت كذلك وحمل فعلها الجماعة على ابتداء الإسلام ولأن في التقدم زيادة الكشف، انتهىٰ. ==

== وفي النهر الفائق شرح كنز الدقائق: وكره أيضا تحريما جماعة النساء للزوم أحد المكروهين أعني قيام الإمام وسط الصف أو تقديمه ولا فرق في ذلك بين الفرائض وغيرها كالتراويح إلا في صلاة الجنازة ودل كلامه على أنها صحيحة إذ الكراهة لا تنافي الصحة. قال في السراج: إلا إذا استخلفها الإمام وكان خلفه رجال ونساء حيث تفسد صلاة الكل أما الرجال فظاهر وأما النساء فأنهن دخلن في تحريمة كاملة، انتهىٰ.

وفي منح الغفار شرح تنوير الأبصار: وجماعة النساء في غير صلاة الجنازة لأنها لا تخلو عن ارتكاب محرم وهو قيام الإمام وسط الصف فيكره كالعراة، كذا في الهداية وهو يدل على أنها كراهة التحريم المقتضية لإثم، انتهىٰ.

وفي الهداية: يكره للنساء أن يصلين وحدهن الجماعة لأنها لا تخلو عن ارتكاب المحرم وهو قيام الإمام وسط الصف فيكره كالعراة وإن فعلن قامت الإمام وسطهن لأن عائشة فعلت كذلك وحمل فعلها الجماعة على ابتداء الإسلام ولأن في التقدم زيادة الكشف، انتهىٰ.

وقد علم من هذه العبارات وأمثالها الواقعة في كتب الأثبات أنهم عللوا ما حكموا به من كراهة جماعة النساء وحدهن وعدم مشروعيتها بطرق مختلفة.

الأول:

وهو مسلك كثيرين منهم أن جماعتهن وحدهن يستلزم أحد المحظورين: إما تقدم الإمام على المقتدى إما توسطه وكل منهما ممنوع عنه. أما الأول فلاستلزامه زيادة الكشف والنساء مأمورات بالستر لا سيما في حالة الصلاة وأما الثاني فلأن تقدم الإمام واجب لمواظبة النبي عليه الصلاة والسلام عليه.

وفيه بحث من وجوه:

أحدها: أن إمامتهن في صلاة الجنازة غير مكروهة وبقاء الحكم مع وجود ارتكاب أحد المحرمين غير صحيح، كذا ذكره أكمل الدين البابرتي في العناية حاشية الهداية.

ثم أجاب عنه: بأن ترك جماعتهن إنما كان لاجتماع السنة مع الكراهة فترك السنة لأجل الكراهة وفي صلاة الجنازة اجتمع الفرض مع الكراهة لأن النساء إن صلين جماعة وقامت الإمام وسطهن أقمن فرضا؛ لكون الصلاة فرضا وارتكبن مكروها وإن صلين فرادىٰ فرادىٰ تركن المكروه لكن على وجه يؤدي إلى فوات الصلاة عن بعضهن لأن الفرض يسقط بأداء الواحدة وقد يتفق فراغ الواحدة قبل الباقيات، انتهى.

أقول: هكذا ذكره جميع من الشراح والمحشين فقال ابن الهمام في فتح القدير: اعلم أن جماعتهن لا تكره في صلاة الجنازة لأنها فريضة وترك التقدم مكروه فدار الأمر بين الفعل المكروه لفعل الفرض أو ترك الفرض لتركه فوجب الأول بخلاف جماعتهن في غيرها ولو صلين فرادىٰ فقد تسبق إحداهن فتكون صلاة الباقيات نفلا والتنفل بها مكروه فيكون فراغ تلك موجبا لفساد الفرضية لصلاة الباقيات، انتهىٰ.

وقال ابن نجيم في البحر الرائق: استثنى الشارحون صلاة الجنازة فإنها لا تكره لأنها فريضة وترك المقدم مكروه فدار الأمر بين فعل المكروه لفعل الفرض أو ترك الفرض فوجب الأول، انتهى. ==

== وبالجملة انتقاض دليل الكراهة وهو التزام أحد المحظورين بصلاة الجنازة إلى الآن كما كان ولا ينفع فى ذلك ما ذكروه من أن ارتكاب المحظور لأداء الفرض جائز فإن الجماعة التى هى المستلزمة له ليس بفرض إنما الفرض نفس صلاة الجنازة وهو أيضا كفاية لا عينا ولا يتوقف أداء نفس الفرض على ارتكاب المحظور.

فقولهم دار الأمر بين الفعل المكروه لفعل الفرض أو ترك الفرض فوجب الأول مما لاصحة له فإن بترك المكروه لا يلزم ترك الفرض لجواز أن تصلى المرأة الواحدة منفردة فيتأدى الفرض عن كلهن وإنما يكون صحيحا لو كانت الجماعة فرضا أو كانت صلاة الجنازة فرض عين وإذ ليس فليس.

وثانيها:ما ذكره صاحب العناية أيضاً:أن التعليل بزيادة الكشف غيرصحيح لبقاء الحكم بدونها فإن المرأة لو لبست ثوبا محشوا من قرنها إلى قدمها وأمت النساء خاصة ولا رجل ثمة يكره ولا كشف هناك فضلا عن زيادة الكشف،ثم أجاب عنه:بأن ذلك أمر نادر لا حكم له على أن ترك التقديم بالسنة والتعليل لإيضاحها،انتهىٰ.

أقول:هذا جواب لا يغنى ولايسمن فإن ظاهر كلامهم يحكم بأنهم جعلوا تقدم المرأة على المقتديات مستلزما للكشف بل زيادته وهو حكم باطل فإن المتقدمة لو لبست ثوبا من القرن إلى القدم لا يكون هناك كشف فضلا عن زيادته وهذا ليس أمراً نادراً.

وقد رده العينى أيضا حيث قال فى البناية بعد نقل كلامه:لا نسلم أنه نادر لأن المرأة شأنها التستر فى كل الأحوال لا سيما فى الصلاة خصوصاً إذا أمت فإنها تحترز عن انكشاف شىء من أعضائها غاية الاحتراز فحينئذ لا يوجد الكشف أصلا فضلا عن زيادة الكشف.

وقوله على أن ترك التقديم بالسنة،فيه نظر:لأنه لم يبين السنة التى دلت على ترك التقدم،انتهىٰ.

وثالثها:وهو قريب من الثانى ما خطر ببالى من مدة مديدة أن التقدم إنما يستلزم الكشف لو لم تلبس ثوبا ساترا لجميع بدنها فلم لا يحكم بالتقدم مع الستر على أتم وجهه لئلا يلزم أحد المحظورين وأى وجه لحكم بالكراهة مطلقاً.

ورابعها:وهو أيضا اختلج بقلبى من مدة أن الكشف إن كان المراد به كشف بعض ما وجب ستره فى الصلاة وفى غير الصلا ة فالتقدم لا يستلزمه وإن كان المراد به الكشف مالا يجب ستره فذلك غيرمناف للصلاة فضلا عن أن يكون موجبا لكراهة الجماعة وإن كان المراد به أن المرأة إذا تقدمت امتازت عن غيرها وانكشفت للناظرين من بينها فذلك أمر لا دليل على محظورته مع أنه لازم حالة الانفراد أيضاً.

فإن قيل:ينبغى للمرأة أن تكون على أستر الأحوال لها لا سيما فى حالة الصلاة التى هى حالة المناجاة والتقدم مفوت لذلك كما قال صاحب النهاية إن قيل:يجوز للمرأة التقدم بلا كشف العورة بلبس الثوب من الفوق إلى القدم؟

قلنا:يجب على المرأة أن تكون على أستر الأحوال لا سيما فى الصلاة ولا شك أن التوسط فيه الستر أكثر من التقدم،انتهى ملخصا. ==

== قلنا: قد رده الفاضل أحمد بن يحي بن محمد بن سعد التفتازانى المعروف بشيخ الإسلام الهروى فى حواشى شرح الوقاية بقوله: أقول: لا يتفاوت النظر إلى العورة بأن يكون الناظر مقتديا بصاحب العورة أو لا فيجب أن لا تجوز صلاة المرأة وحدها قدام امرأة أخرىٰ.

وقال الطحطاوى فى حواشى مراقى الفلاح: لا تكره جماعتهن فى صلاة الجنازة لأنها لم تشرع مكررة فلو تفردت تفوتهن ولو امت المرأة فى صلاة الجنازة لا تعاد لسقوط الفرض بصلاتها، انتهىٰ.

ومثله فى غيرها لكن لا يخفىٰ على المتفطن ما فيه:

أما الأول:

فلما قال ابن عابدين فى ردالمحتار على الدرالمختار بعد نقل عبارة فتح القدير مفاده: أن جماعتهن فى صلاة الجنازة واجبة حيث لم يكن غيرهن ولعل وجهه الاحتراز عن فساد فرضية صلاة الباقيات إذا سبقت إحداهن.

وفيه أن الرجال لو صلوا منفردين يلزم فيها مثل ذلک فيلزم عليه وجوب جماعتهم فيها مع أن المصرح أن الجماعة فيها غير واجبة، انتهىٰ.

وأما ثانيا:

وهو الحل فلأن الجماعة فى صلاة الجنازة ليست واجبة اتفاقاً كما صرحوا به وصرحوا أيضا أن صلاة الجنازة فرض كفاية يسقط من الكل بفعل واحد ولو منفردا لا فرض عين يلزم أداء ه على كل عين فإذا حضرت الجنازة وليس هناک رجل فلا ضرورة إلى جماعة النساء بارتكاب أحد المحظورين ولا إلى أن يصلين منفردات؛ ليلزم كون صلاة بعضهن نفلا عند سبق غيرهن بل يكفى أن تصلى عليها المرأة الواحدة منفردة فيسقط الفرض عن الكل من غير ارتكاب المحظور. وبالجملة بمجرد أنه يجب على المرأة أن تكون على أستر الأحوال لا يظهر القول بحرمة تقدمها فى الثوب الساتر من الرأس إلى القدم سيما فى غير الصلاة، انتهى.

وأيضا ماذا أريد من وجوب كونها على أستر الأحوال إن أريد به كونها ساترة لجميع عورتها فذلک واجب فى كل وقت والتقدم بنفسه ليس بمفوت لذلک وإن أريد به كونها ساترة لجميع بدنها فذلک غير واجب لا فى الصلاة ولا فى غيرها بل غاية ما فى الباب أنه يكون أفضل فإن كان التقدم مفوتا له لا يلزم منه أن يكون مكروهاً.

وخامسها: ما أورده العينى فى البناية عند قول صاحب الهداية: لأنها لا تخلو عن ارتكاب محرم وهو قيام الإمام وسط الصف ... الخ، بقوله: كيف يكون قيام الإمام وسطهن محرما؟ وقد فعلته عائشة وأم سلمة. وروى عن ابن عباس على ما ذكرناه، انتهى.

وسادسها: ما أورده العينى أيضا بقوله: لقائل أن يقول: ارتكاب المحرم فى حق الرجال دون النساء إذ لو كان مطلقا لما كان يجوز الصلاة به.

وسابعها: أن إطلاق المحرم على قيام الإمام وسط الصف مناقض لقولهم: فإن فعلن قامت الإمام وسطهن فإنه لو كان محرما كيف يجوز ارتكابه محرماً؟ وأجاب عنه العينى بأن المراد بالحرمة هناک المنع على وجه الكراهة ولا يمتنع الجواز مع الكراهة. ==

== وثامنها:ما خطر ببالی وهو أن توسط الإمام إن كان ممنوعا علی وجه الحرمة أو الكراهة فإنما هو إذا كان من خلفه ثلاثة فأكثر وأما إذا كان من خلفه اثنان فلا،حتی قال فی الهداية:وإن أم الأثنين تقدم عليهما وعن ابی يوسف أنه يتوسهما ونقل عن عبدالله بن مسعود، ولنا أنه صلی الله عليه وسلم تقدم علی أنس واليتيم حين صلی بهما فهذا دليل الأفضلية والأثر دليل الإباحة،انتهی.

فإنه يعلم منه أن التوسط عند إمامة اثنين هو المسنون عند أبی يوسف وعند أبی حنيفة ومحمد هو مباح، والأفضل هو التوسط إذا تقرر هذا فنقول:غاية ما يلزم كراهة إمامة المرأة لثلاثة فأكثر لاستلزامها المحظور وهو توسط الإمام لا كراهة جماعتهن مطلقا ولا كراهة امامتهن لامرأتين مع التوسط لأنه ليس بمحظور لا سيما عند أبی يوسف رحمه الله تعالیٰ القائل بأفضلية التوسط فی الرجال أيضا.

وتاسعها:أن ما استدلوا به علی كراهة توسط الإمام ومحظوريته من أنه مما واظب عليه النبی صلی الله عليه وسلم وما واظب عليه فهو واجب أو سنة مؤكدة وتركه مكروه أو محرم أيضا مخدوش بأن الثابت بالمواظبة إنما هو التقدم فی حق الرجال لا فی حق النساء وكم من أحكام افترقت النساء فيها عن الرجال ولم يثبت عن النبی صلی الله عليه وسلم ما يدل علی محظوريته فی حق النساء أيضا بل ثبت عن الصحابة خلافه هذا ما خطر بالبال والله اعلم بحقيقة الحال.

وخلاصة الكلام فی هذا المقام:

أن ما عللوا به كراهة جماعة النساء وحدهن من استلزامها أحد المحظورين التقدم والتوسط مخدوش بعدم تسليم محظورية التقدم وعدم تسليم استلزامه للكشف المحظور وعدم تسليم كراهة التوسط مطلقا لا سيما فی حق النساء وبالنقض بجماعتهن فی صلاة الجنازة.

والطريق الثانی:

ما ذكره الإتقانی فی غاية البيان بقوله عندالشافعی:يستحب جماعة النساء،لنا أنها لو كانت مستحبة لبينها النبی صلی الله عليه وسلم فتكون جماعتهن بدعة فتكره،انتهی.

ورده العينی فی البناية بقوله:قلت:قول الشافعی هو قول الأوزاعی والثوری وأحمد وحكاه ابن المنذر عن عائشة وأم سلمة فإذا كان كذلک فكيف يكون بدعة والبدعة اسم لإحداث أمر لم يكن فی زمن رسول الله صلی الله عليه وسلم وقد روی أبوداؤد فی سننه فی باب إمامة النساء من حديث أم ورقة وفيه:وأمرها أن تؤم أهل دارها،انتهی.
ثم ذكر العينی حديث إمامة أم سلمة وعائشة وقول ابن عباس علی ما مر ذكرها.أقول:هذا الكلام منه إشارة إلی الإيرادعلی كلام الإتقانی بوجوه ومع هذه الوجوه وجوه:

فالأول:وهو مما أشار إليه العينی أن الملازمة التی ذكرها الإتقانی بقوله:لو كانت مستحبة لبينها النبی صلی الله عليه وسلم اللازم فيها ملتزم بشهادة حديث أبی داؤد. ==

== والثاني: وهو مما أشار إليه أيضا أن قوله فيكون بدعة مردود بشهادة حديث أبي داؤد،فإن البدعة أمر لم يوجد في زمان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم وهذا قد وجد في زمانه بل ثبت الأمر به.

والثالث: وهو مما أشار إليه أيضا أن أم سلمة وعائشة أمهات المؤمنين قد ارتكبا إمامة النساء وذكر ابن عباس حكمها وكيفيتها فكيف يكون بدعة؟فإن ما فعله الصحابة أو أمروا به ليس ببدعة.

والرابع: أنه ماذا أراد من تالي الملازمة التي ذكرها؟إن أراد البيان الصريحي الجزئي فالملازمة ممنوعة فإنه لا يلزم أن يبين النبي صلى اللّٰه عليه وسلم كل جزئي من جزئيات المستحبات الشرعية بالبينات الجزئية فكم من أشياء حكموا باستحبابها ولم يبينها النبي صلى الله عليه وسلم بأعيانها.

وإن أراد به مطلق البيان،فاللازم ملتزم فإن أخباره صلى اللّٰه عليه وسلم الواردة في فضل الجماعة مبنية لفضل الجماعة واستحبابها مطلقا من دون الخصوصية للرجال وتلك العمومات كافية في إثبات الاستحباب بجماعة النساء لا سيما وأحكام الشرع عامة للرجال والنساء ما لم يدل مخصص على تخصيص النساء. ومن المعلوم أن نص التخصيص مفقود في باب جماعة النساء.

والخامس: أن قوله: فيكون بدعة: إما أن يكون مفرعا على عدم بيان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم للاستحباب وإما أن يكون مفرعا على ما استلزمه في زعمه وهو عدم الاستحباب وكل منهما باطل.

أما الأول: فلأنه ليس كل ما لم يبينه النبي صلى اللّٰه عليه وسلم بدعة.

وأما الثاني: فلأنه ليس كل ما لا يكون مستحبا بدعة.

والسادس: أن قوله فيكره،مفرعا على كونه بدعة غير صحيح أيضا،فإنه ليس أن كل ما هو بدعة هو مكروه فإن من البدع التي لم يبينها النبي صلى اللّٰه عليه وسلم ما هي مباحة ومنها ما هي واجبة ومنها ما هي مندوبة، نعم البدعة الشرعية كلها ضلالة وهي فيما نحن فيه مفقودة وإن شئت تفصيل بحث البدعة وتحقيقها فارجع إلى رسالتي "إقامة الحجة على أن الإكثار في التعبد ليس ببدعة" وإلى رسالتي "التحقيق العجيب فيما يتعلق بالتثويب".

والطريق الثالث:

ما ذكره صاحب الدراية حاشية الهداية: أن جماعتهن لو كانت مشروعة لزم أن يكره تركها ولشاعت كما شاعت جماعة الرجال وقد مر نحوا هذا نقلا عن المجتبىٰ.

ورده العيني في البناية بأن قوله لو كانت جماعتهن مشروعة لزم ...الخ: غير سديد،لأنه لا يلزم من كون الشيء مشروعا أن يكره تركه فهذا ليس بكلي،فإن المشروع إذا كان فرضا يكون تركه حراماً وإذا كان سنة يكون تركه مكروها وإن كان ندبا يجوز تركه ولايكره،انتهىٰ.

أقول: هذا أحد الوجوه الواردة عليه. ==

== والثاني:أن قوله لشاعت كما شاعت جماعة الرجال منقوض بكثير من المستحبات بل وبعض الواجبات حيث لم يحصل لها شيوع كجماعة الرجال فيلزم أن لايكون مشروعا إلا ما شاع كشيوع جماعة الرجال.

فإن قال:إن جماعة النساء وجماعة الرجال متشاركان في الجنسية فشيوع أحدهما دون الآخر يدل على عدم مشروعة آخرهما والمستحبات الآخر ليست من جنسها فلايضر فيه عدم الشيوع كشيوعهما.

قلنا له:فإذن يلزم أن لا يكون جماعة الصبيان المميزين والمراهقين مشروعة لأنها لو كانت مشروعة لشاعت كشيوع جماعة الرجال البالغين وإذ ليس فليس لاتحادهما في الجنسية وهذا لم يقل به أحد فيما علمنا.

فإن قال:الصبيان في حكم الرجال فشيوع جماعتهم شيوع جماعتهم؟

قلنا:ليس كذلك في جميع الأحكام ألا ترى أنه لا تصح إمامتهم ولا ينبغي تقديم صفهم إلى غيرذلك من الأحكام.

فإن قال:هم في حكمهم إلا فيما ورد دليل بتخصيصهم.

قلنا له:كذلك النساء في حكمهم إلا فيما ورد الدليل بانفرادهن عنهم.

وبالجملة لا يكفي شيوع جماعة الرجال في حق الصبيان وإن كفى كفى في حق النسوان.

والثالث:أن الملازمة بين مشروعية جماعة النساء وبين شيوعها كشيوع جماعة الرجال ممنوعة لا بد من إقامة الاستدلال عليها ودونه مزخرفة.

والرابع:أن الجماعة في حق الرجال سنة مؤكدة بل واجبة على ما هو مختار محققي علماء الملة ودلت عليه الأخبار النبوية وهي في حقهم من شعائر الملة فلذلك شاعت شيوعا تاما ولا كذلك جماعة النساء وإنها ليست بسنة مؤكدة ولاواجبة فإن دل عدم شيوعها دل على عدم استنانها وعدم وجوبها لا على عدم استحبابها وعدم مشروعيتها.

والخامس:أن النساء كانت مجازات في زمان النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه لحضور جماعة الرجال واقتدائهن بهم في المساجد وحضورهن معهم في الجمع والأعياد كما دلت عليه أحاديث نبوية مخرجة في كتب حديثية من ذلك:

حديث ابن عمر وأبي هريرة مرفوعا:لا تمنعوا إماء الله مساجد الله.

وحديث ابن عمر مرفوعا:لا تمنعوا نساء كم المساجد وبيوتهن خير لهن.وحديث ابن عمر قال النبي صلى الله عليه وسلم:إئذنوا للنساء بالمساجد بالليل فقال ابن له أي لابن عمر: والله لا نأذن لهن فيخذنه دغلا والله لا نأذن لهن فسبه ابن عمر وغضب عليه وقال:أقول: قال رسول الله:إئذنوا لهن،وتقول:لا نأذن لهن.

وحديث عائشة قالت:لو أدرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المساجد كما منعه نساء بني اسرائيل،إلى غيرذلك.أخرجها أبوداؤد وغيره فلم يكن في تلك الأزمنة المتبركة ضرورة إلى جماعة النساء وحدهن في بيوتهن ==

== فلذلک لم يحصل لها الشيوع کجماعة النساء ولولا ذلک لشاعت کشيوع جماعة الرجال فلا يلزم من عدم شيوعها عدم مشروعيتها لا سيما فی أزمنة منعت النساء عن حضور الجمع والجماعات وحرمت عن الشرکة مع الرجال فی مجال البرکات والعبادات.

والطريق الرابع:

ما مر نقله عن التبيين وکره أيضا صاحب الدراية وغيره أنه لو کانت جماعتهن مشروعة لشرع لهن الأذان لأنه دعاء إلی الجماعة.

وفيه علی ما أقول نظر من وجوه:

الأول: أن اللازم ملتزم لما رواه الحاکم فی المستدرک عن عبد اللّٰه بن ادريس عن عطاء عن عائشة أنها کانت تؤذن وتقيم وتؤم النساء فتقوم وسطهن، کذا ذکره العينی.

والثانی: أنه ماذا أريد من شرعية الأذان لهن؟ إن أريد به شرعية أذان رجل لجماعتهن فاللازم ملتزم بشهادة حديث أم ورقة فإن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم جعل لها مؤذنا وأمرها أن تؤم أهل دارها.

وإن أريد به شرعية أذانهن فذلک غير لازم لشرعية الجماعة فليس يلزم أن يؤذن أهل الجماعة حتی لو أذن صبی مميز جماعة الرجال لکفی فلا يلزم من عدم مشروعية أذانهن عدم مشروعية جماعتهن.

والثالث: أن مشروعية الجماعة مطلقا لا يستلزم مشروعية الأذان لها بدليل جماعة صلاة العيدين وصلاة الکسوف وصلاة الإستسقاء فإن الجماعة فيها مشروعة دون الأذان فکذا يجوز أن تکون جماعتهن مشروعة بدون الأذان.

والرابع: أن عدم مشروعية أذانهن لجماعتهن إن سلم فهو بسبب أن أذانهن يفضی إلی الفتنة وقد صرحوا بأن نغمة المرأة ورفع صوتها عورة فلا يلزم من عدم مشروعية أذانهن عدم مشروعية جماعتهن.

والخامس: أن المستلزم لشرعية الأذان إنما هو الجماعة فی الصلوات الراتبة التی هی من السنن المؤکدة أو الواجبة ومن الشعائر الإسلامية فغاية ما يلزم من عدم مشروعية الأذان لهن عدم کون جماعتهن سنةً وواجباً لا عدم کونها مشروعة مطلقاً.

والسادس: أن عدم مشروعية الأذان لهن ليس أمراً اتفاقياً حتی يستدل به علی عدم مشروعية جماعتهن بل القائل باستحباب جماعتهن قائل باستحباب أذانهن وإقامتهن.

ففی البناية للعينی:

ليس علی النساء أذان وإقامة وإن صلين بجماعة وبه قال: أحمد وأبو ثور وللشافعی ثلاثة أقوال: أصحها ما نصه فی الأم: أنه يستحب لهن الإقامة دون الأذان، والثانی: أنه لا أذان وإقامة، والثالث: أنهما مستحبان وفی شرح الوجيز: لا يختص هذا الخلاف فيما إذا صلين جماعة أو وحدهن، انتهی. ==

== **والطريق الخامس:**

ما اختاره في التبيين وغيره وهو الاستدلال بحديث: صلاة المرأة في بيتها أفضل من صلاتها في حجترها... الحديث أخرجه أبوداؤد وغيره.

وفيه بحث ظاهر فإن الحديث لا يدل إلاعلى أفضلية صلاة المرأة في بيتها من صلاتها في حجرتها وصلاتها في مخدعها من صلاتها في بيتها وعلى أنه ينبغي للمرأة أن تكون في حالة الصلاة على أستر الأحوال ولا دلالة له على كراهة الجماعة بل صلاة المرأة في بيتها وحجرتها ومخدعها أعم من أن تكون بالانفراد وبالجماعة. وبعد التسليم لا دلالة على كراهة التحريم أصلاً بل لو دل فإنما يدل على أفضلية صلاة الانفراد.

هذا كله كان كلاما على المسالک التي سلكوا عليها لإثبات الكراهة وقد ظهر أن شيئا منها لا تدل على الكراهة وفوقه كلام أخر وهو أن حكمهم بكراهة جماعة النساء وحدهن يخالف الآثار والأخبار الدالة على مشروعيتها على ما مر ذكرها.

وقد تفرقوا في الجواب عنها شيعا فأجاب صاحب الدراية عن حديث أم ورقة وأم رابطة بقوله: أما حديث أم رابطة وأم ورقة كان في ابتداء الإسلام أو تعليما للجواز مع أن حديث أم ورقة فيه مقالا عند أهل الحديث، انتهیٰ.

وكذلک ذكر صاحب البحر وصاحب الهداية وصاحب المجتبیٰ وجامع المضمرات وغيرهم في الجواب عن حديث إمامة عائشة أنه محمول على ابتداء الإسلام.

وذكر الزيلعي في شرح الكنز وغيره: أنها فعلت ذلک حين كانت جماعتهن مستحبة ثم نسخ الاستحباب وقد رد محققوا أصحابنا هذه الأجوبة بأسرها:

أما جوابهم عن حديث أم ورقة بأن فيه مقالاً فقد رده العيني كما مر ذكره في المرصد الأول، وأما جوابهم عن حديث إمامةُ عائشة بأنه كان في ابتداء الإسلام، فقد رده السروجي في شرح الهداية عند قول صاحب الهداية: حمل فعلها الجماعة على ابتداء الإسلام بقوله: فيه نظرٌ فإن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أقام بمكة بعد النبوة ثلاث عشرة سنة كما رواه البخاري ومسلم ثم تزوج بعائشة بالمدينة وبنى بها وهي تسع سنين وبقيت عنده تسع سنين وما تؤم إلا بعد بلوغها فأن ذلک من ابتداء الإسلام؟ لكن يمكن أن يقال: إنه منسوخ فعلته حين تحضر النساء الجماعات، انتهى. ونقله ابن الهمام في فتح القدير وأقره وقال في نقله التزوج بها بعض خلل، انتهى.

ونقله صاحب العناية وأجاب عنه ناصراً لصاحب الهداية بقوله: يجوز أن يكون المراد من ابتداء الإسلام ما قبل الانتساخ فإنه ابتداء بالنسبة إلى ما بعده، انتهى.

وقدح العيني أيضا في البناية كلام صاحب الهداية نحو ماذكره السروجي ورد ما أجاب به صاحب العناية حيث قال عند قوله المذكور: هذا جواب سؤال مقدر بأن يقال لما فعلت عائشة الجماعة دل على أنها مستحبة فلا يكره. فأجاب عنه بأن حمل فعلها على ابتداء الإسلام. ==

== قلت: هذا كلام من لم يطلع على كتب القوم لأنه عليه الصلاة والسلام أقام بمكة ثلاث عشرة سنة كما رواه البخارى ومسلم، ثم تزوج بعائشة بالمدينة وبنى بها وهى بنت تسع وبقيت عنده تسع سنين وما صلت إماما إلا بعد بلوغها فكيف يستقيم حمله على ابتداء الإسلام.

وتصدى الأكمل للجواب عن هذا: وقال: يجوز المراد بابتداء الإسلام ما قبل انتساخ.

قلت: هذا بعيد من الأول لأن هذا لم يكن فى ابتداء الإسلام على مادلت عليه الأخبار المذكورة فإذا كان كذلك كيف يحمل هذا على ما قبل انتساخ؟انتهى.

فظهر بهذا كله ان من قال: إن أثرَ إمامة عائشة محمول على ابتداء الإسلام إن أراد به أنه منسوخ فالكلام معه كالكلام مع القائل بالنسخ وإلا فقد أتى بشىء يتعجب منه من له اطلاع على كتب القوم وأما كلامهم أن فعل عائشة أو أم سلمة منسوخ كان حين كانت جماعتهن مستحبة فمخدوش بثلاثة وجوه.

الأول: أن المذهب عندنا أن انتقاء صفة الوجوب يستلزم انتفاء صفة الجواز كما عرف فى الأصول ولا فرق بين الوجوب والسنية فى ذلك فإذا نسخت السنية نسخ الجواز فالاستدلال بالمنسوخ كما فعله أصحابنا حيث استدلوا بفعل عائشة على توسط إمام النساء مع قولهم بأنه منسوخ غير صحيح.

وأجاب عنه صاحب العناية بقوله: الجواز الباقى جواز مع الكراهة والذى كان فى ضمن السنية نسخ معها والاستدلال به لبيان أنها كانت سنة ونسخت وإنما جوزت فى زماننا بمقتضىٰ الجواز الذى كان من اجتماع شرائطه ورفع موانعه مع ما يوجب كراهة من ارتكاب المحرم،انتهى.

ورده العينى بعد نقله بقوله: وفيه نظرٌ لأن من ادعى النسح فعليه البيان.

والثانى: ما ذكره ابن الهمام بقوله بعد نقل كلام السروجى لكن فى المستدرک أنها كانت تؤذن وتقيم وتؤم النساء وتقوم وسطهن.

وما فى كتاب الآثار لمحمد: أخبرنا أبوحنيفة عن حماد بن أبى سليمان عن إبراهيم النخعى أن عائشة كانت تؤم النساء فى شهر رمضان فتقوم وسطاً.

ومن المعلوم أن جماعة التراويح إنما استقرت بعد وفاة النبى صلى اللّٰه عليه وسلم وما فى أبى داؤد عن أم ورقة بنت عبداللّٰه بن الحارث بن عمير الأنصارية أن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم :لما غزا بدرا...الحديث.ثم أخرجه عن الوليد بن جميع عن عبدالرحمن بن خالد عنها وفيه: وكان يزورها وجعل لها مؤذنا وأمرها أن تؤم أهل دارها،قال عبدالرحمن: وأنا رأيت مؤذنا شيخاً كبيراً.

كلها ينفى ثبوت النسخ وفى الحديث الأخير الوليد وعبدالرحمن،قال ابن القطان: لا يعرف حالهما،انتهى.
وقد ذكرهما ابن حبان فى الثقات،انتهى، ثم قال ابن الهمام: وقد يجاب بجواز كونه إخبارا عن مواظبة كانت قبل النسخ.

وقوله: كانت تؤم فى رمضان لا يستلزم التراويح.

==

== وقوله: جعل لها مؤذنا وأمرها أن تؤم لا يستلزم استمرار إمامتها إلى وفاته صلى اللّٰه عليه وسلم.

وما رواه عبدالرزاق عن إبراهيم بن محمد عن داؤد بن الحصين عن عكرمة عن عائشة قال: تؤم المرأة النساء فتقوم وسطهن.

لا يقتضى علم ابن عباس ببقاء شرعيتها بجواز كون الرماد إفادة مقامها بتقدير ارتكابها ذلک أو خفى على ابن عباس الناسخ، انتهىٰ.

أقول: هذا كله كما أشار إليه ضعيف، فإن أمثال هذه الاحتمالات الركيكة الغير الظاهرة لا تسمع إلا بعد تعيين الناسخ وإذ ليس فليس.

والثالث: ما ذكره ابن الهمام أيضا بقوله مامر من كلامه؛ لكن يبقى الكلام بعد هذا فى تعيين الناسخ إذ لا بد فى ادعاء النسخ ولم يتحقق وما ذكره بعضهم من إمكان كونه ما فى سنن أبى داؤد وصحيح ابن خزيمة: صلاة المرأة فى بيتها أفضل من صلاتها فى حجرتها وصلاتها فى مخدعها أفضل من صلاتها فى بيتها يعنى الخزانة التى تكون فى البيت.

وروى ابن خزيمة: أن أحب صلاة المرأة إلى اللّٰه فى أشد مكان فى بيتها ظلمة.

وفى حديث له ولابن حبان: وأقرب ما تكون من وجه ربها وهى فى قعر بيتها.

ومعلوم أن المخدع لا يسع الجماعة وكذا قعر بيتها وأشد ظلمة ولا يخفى ما فيه.

وبتقدير التسليم فإنما يفيد نسخ السنية وهو لا يستلزم ثبوت كراهة التحريم فى الفعل بل التنزيه ومرجعها إلى خلاف الأولىٰ ولا علينا أن نذهب إلى ذلک فإن المقصود اتباع الحق حيث كان، انتهى.

أقول: أشار بآخر كلامه إلى أن كراهة التحريم ليس بحق واتباع الحق حيث ما كان أحق كيف لا؟ وقد دلت آثار وأخبار على المشروعية ولم يتعين ناسخ لها ولا يصح حملها على ابتداء الإسلام.

والعلل التى ذكروها للكراهة كلها معلولة فغاية ما فى الباب أن تكون جماعتهن خلاف الأولىٰ نظراً إلى ظاهر ما يفيده حديث أبى داؤد وابن خزيمة وغيرهم وهو أمر آخر.

فإن قلت: لا دلالة للأخبار المذكورة على الاستحباب لجواز أن تكون تعليما للجواز كما أشار إليه صاحب الدراية.

قلت: فهذا القدر ينفى الكراهة التحريمية كيف ولو كان كذلک لما أمر النبى صلى اللّٰه عليه وسلم أم ورقة بما أمرها ولما ارتكبت عائشة وأم سلمة فعلها.

والظاهر أن محمد بن الحسن أشار فى كتاب الآثار إلى هذا حيث قال: لا يعجبنا على ما مر نقله فى المرصد الأول.

والذى يظهر أن الحكم بالكراهة لا سيما التحريمية من تخريجات المشائخ على حسب إفهامهم ومزعوماتهم لا من كلام أئمتهم ولعل لكلامهم وجها لم نطلع عليه وما اطلعنا عليه قد بينا حاله وفوق كل ذى علم عليم وذلک فضل الله يؤتيه من يشاء وهو ذو الفضل العظيم.

==

== **المرصد الثالث:**

فی الفوائد المتعلقة بمسلک أصحابنا الحنفية خصهم اللّٰه بالألطاف الخفية :

فائدة:

فی الشامل للبيهقی: لا أذان ولا إقامة علی النساء لأنهما من سنة الجماعة ولا جماعة عليهن ولأن صوتهن عورة واجبة الإخفاء، كذا فی جامع المضمرات.

وفی مواهب الرحمان: الأذان مكروه للنساء اتفاقا ولا تسن الإقامة، انتهی.

وفی بحث الأذان من فتح القدير: الأصل عندنا أن يؤذن لكل فرض أدی أو قضی إلا الظهر يوم الجمعة فی المصر فإن أداءه بهما مكروه وإلا ما تؤديه النساء أو تقضينه بجماعتهن لأن عائشة أمتهن بغير أذان ولا إقامة حين كانت جماعتهن مشروعة وهذا يقتضی أن المفردة أيضا كذلک لأن تركها لما كان هو السنة حال شرعية الجماعة كان حال الإفراد أولیٰ، انتهی.

وفيه ما لا يخفی علی من وقف علی مامضی.

فائدة:

ظاهر كلامهم وتعليمهم أن جماعة النساء وحدهن مكروه تحريما ولذا قال ابن الهمام فی فتح القدير عند قول صاحب الهداية: لأنها لا تخلوا عن ارتكاب محرم... الخ، صريح فی أن ترک التقدم لإمام الرجال محرم وكذا صرح الشارح وسماه فی الكافی مكروها وهو الحق أی كراهة تحريم لأن مقتضی المواظبة من النبی صلی اللّٰه عليه وسلم بلا ترک الوجوب فلعدمه كراهة التحريم فإسم المحرم مجاز واستلزم ما ذكر أن جماعة النساء تكره كراهة التحريم لأن ملزوم متعلق الحكم أعنی الفعل المعين ملزوم لذک الحكم، انتهیٰ.

فائدة:

ذكر البرجندی فی شرح النقاية: أنها لو تقدمت أمامهن جاز. انتهیٰ

وفی منح الغفار شرح تنوير الأبصار: أفاد بقوله يقف أنه واجب. فلو تقدمت أثمت، كماصرح به الكمال فی الفتح والصلاة صحيحة وإذا توسطت لا تزول الكراهة وفی السراج لو تأخرت لم يصح الإقتداء به عندنا لفقد شرطه وهو عدم التأخر عن المأموم، انتهیٰ.

فائدة:

لا فرق فی كراهة جماعتهن فی الفرائض وغيرها كالتراويح إلا فی صلاة جنازة فإنها لا تكره كما فی النهر الفائق والدر المختار وغيرهما. ==

== **فائدة:**

إذا استخلف إمام الرجل امرأة وكان خلفه نساء ورجال تفسد صلاة الكل أما الرجال فظاهر وأما النساء فلأنهن دخلن في تحريمة كاملة ،كذا في السراج الوهاج.

وفي ردالمحتار: أما فساد صلاة الرجال والإمام فلعدم صحة اقتداء الرجل بالمرأة وأما النساء والمقدمة فلأنهن دخن في تحريمة كاملة فإذا انتقلن إلى تحريمة ناقصة لم يجز كأنهن انتقلن من فرض إلى فرض آخر،كما في البحر حينئذ وظاهر التعليل يقتضي الفساد ولو كن نساء خلفه خلصا أفاده أبوالسعود،ط.والأظهر التعليل بأن الإمام يصير مقتديا بخليفته فتفسد صلاة من خلفه بل باستخلافه من لا يصلح للإمامة تسد صلاته فكذا من خلفه، رحمتي، انتهىٰ.

فائدة:

لا تؤم المرأة في صلاة الجنازة ولو أمت الرجال فيها صحت صلاتها وسقط الفرض وبطلت صلاة الرجال خلفها،كذا في الأشباه والنظائر وحواشيه للحموي.

وهذا قابل للملغز فيقال:أي رجل صلى خلف إمام ففسدت صلاته وسقطت عنه بصحة صلاة إمامه من دون إعادة وقضاء وهي فريضة.

فائدة:

الخنثىٰ إذا أمت النساء لا يتوسطهن بل يتقدمهن إذ لو صلى وسطهن فسدت صلاته بمحاذاتهن على تقدير ذكورته وتفسد صلاتهن أيضا،كذا في الدرالمختار وحواشيه.وهذا أيضا قابل لأن يعد من الألغاز فيقال أي إمام لا يجوز له التوسط بل يكون توسطه مفسداً لصلاته وصلاة من خلفه.

فائدة:

قال عبد البربن الشحنة الحلبي في كتابه الذخائر الأشرفية في ألغاز الحنفية:

مسألة:

إن قيل:متى يصلح المرأة إماما للرجال؟

فالجواب:أنها تصلح إماماً له في سجود التلاوة،انتهىٰ.

فائدة:

لا يجوز للرجال أن يقتدوا بامرأة لقوله عليه السلام:أخروهن من حيث أخرهن الله.فلايجوز تقديمها،كذا في الهداية وغيره.

قال العيني في البناية:هذا غير مرفوع وهو موقوف على ابن مسعود أخرجه عبدالرزاق في مصنفه عن سفيان الثوري عن الأعمش عن إبراهيم عن أبي معمر عن ابن مسعود. ==

== ومن طریق عبدالرزاق أخرجه الطبرانی فی معجمه.

وجه الاستدلال به ماقاله أبوزید فی الأسرار: أن حیث عبادرة عن المكان فیجب تأخیر مكانهن،انتهیٰ ملخصا.

فائدة:

استدل أصحابنا فی مسألة المحاذاة بحدیث أخروهن وقالوا: إنه من المشاهیر وبنوا علیه فروعاً وهو بحث طویل الذیل لا یلیق إیراده هاهنا.

وقد أشار ابن الهمام فی فتح القدیر إلی بعض ما فیه حیث قال: لم یثبت رفعه فضلا عن كونه من المشاهیر وإنما هو فی مسند عبدالرزاق موقوف علی ابن مسعود قال: أخبرنا سفیان الثوری عن الأعمش عن إبراهیم عن أبی معمر عن ابن مسعود قال: كان الرجال والنساء فی بنی إسرائیل یصلون جمیعا فكانت المرأة تلبس القالبین فتقوم علیهما فتواعد خلیلها فألقی علیهم الحیض فكان ابن مسعود یقول: أخروهن من حیث أخرهن اللّٰه. قیل: فما القالبان: قال: أرجل من خشب تتخذها النساء تتشرفن الرجال فی المساجد.

وفی الغایة عن شیخه یرویه: الخمر أم الخبائث والنساء حبائل الشیطان وأخروهن من حیث أخرهن اللّٰه،ویعزوه إلی مسند رزین. وقیل: وذكر أنه فی دلائل النبوة للبیهقی وقد تتبع فلم یوجد فیه،انتهیٰ.

ثم ذكر ابن الهمام ما استدلوا به فی بحث المحاذاة وأشار إلی ما فیه وذكر فی أثنائه الإجماع علی عدم جواز إمامة المرأة للرجل.

فائدة:

تكره إمامة الرجل لهن فی بیت لیس معهن رجل غیره ولا محرم منه كأخته أو زوجته أو أمته.

أما إذا كان معهن واحد ممن ذكر أو أمهن فی المسجد لا یكره ، كذا فی البحر والنهر وغیرهما.

هذا آخر الكلام فی المقام والحمدلله علی الإتمام وكان ذلک یوم الأربعاء الثامن من المحرم من السنة الخامسة والتسعین بعد الألف والمئتین من الهجرة علی صاحبها أفضل صلاة وأزكیٰ تحیة.

☆☆☆

تحفة النبلاء فی جماعة النساء
للإمام محمد عبدالحی اللكنوی المتوفیٰ: ۱۳۰٤ھ
حققه وعلق علیه وخرج أحادیثه الدكتور صلاح محمد أبو الحاج
المطبع: مؤسسة الریاسة بیروت،دارالبشیر عمان الأردن(انیس)

کراہت کو ترجیح دینے والوں میں بھی کبار علماءِ احناف شامل ہیں، چنانچہ فتاویٰ کی مشہور کتاب درمختار اس کی شرح ردالمحتار، البحر الرائق، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، حلبی کبیر، الہدایۃ، فتاویٰ تاتارخانیۃ، میں جماعتِ نسا کو مکروہ قرار دیا ہے۔(۱)

جب ہم دونوں مختلف الرائے حضرات کے مابین موازنہ کرتے ہیں تو ہماری رائے میں ان حضرات کا قول راجح معلوم ہوتا ہے جنہوں نے جماعتِ نساء کو مکروہ قرار دیا ہے۔

چنانچہ مولانا ظفر احمد تھانوی رحمہ اللہ علیہ حدیث "**لا خير في جماعة النساء**" کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"قلت وجه دلالته على معنىٰ الباب أنه صلى الله عليه وسلم قد نفى الخيرية عن جماعة النساء خارج مسجد الجماعة ولا يخفىٰ أن جماعتهن في مسجد الجماعة لا تكون إلا مع الرجال،لأنه لم يقل أحد بجواز جماعتهن في مسجد الجماعة منفردات عن الرجال،فعلم أن جماعتهن وحدهن مكروهة".(۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اور روایت مابین تعارض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قلنا هٰذا إذا لم يمكن الجمع بين عمله وروايته وهٰذاليس كذالك،فإن الجمع بينهما ممكن بأن روايتها تدل علىٰ كراهة جماعة النساء،وعملها على نفس الإباحة،وكراهة شئ لا تنافى جوازه،كما لا يخفىٰ،فلعلها أمت النساء أحياناً لبيان الجواز لتعليم النساء صفة الصلاة، ونحن لاننفي الجواز في المسألة حتىٰ قلنا بصحة صلاتهن لو صلين جماعةً.وكم من مكروه يؤتى به لضرورة التعليم،كما ثبت عن عمر رضى الله عنه أنه جهر بالاستفتاح أحياناً لغرض تعليم الجهلة من المتقدمين،وهٰذا هو محمل فعل أم سلمة رضى الله عنها.علىٰ أنا لانسلم المنافاة بين روايتها وعملها بل نرى فعلها مما يؤيد روايتها".(۳)

مزید قابل غور امر یہ ہے کہ خیر القرون سے لے کر زمانہ حال تک یہ کہیں نہیں ملتا کہ کسی زمانہ میں بھی جماعت نساء ہوئی ہو، یا ان کے لئے علیحدہ مسجد بنانے کا اہتمام کیا گیا ہو، اسلام کے عروج کے زمانے کی تاریخ ہمارے سامنے ہے،

(۱) ردالمحتار لابن عابدين—كتاب الصلاة،باب الإمامة: ٥٦٥/١،ط:ايچ ايم ،سعيد/البحر الرائق لزين الدين ابن نجيم—كتاب الصلاة،باب الإمامة: ٦١٠/١،ط:مكتبة رشيدية كوئٹة/حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح لسيد أحمد الطحطاوى،كتاب الصلاة،فصل فى بيان أحق بالإمامة: ٤١١/١،ط:مكتبة الغوثية،كراچى/حلبى كبير لإبراهيم حلبى حنفى(المتوفىٰ: ٩٥٦هـ)باب فصل الإمامة: ٥١٩،ط:سهيل اكيڈمى/ الهداية لبرهان الدين المرغينانى (المتوفىٰ: ٥٩٦هـ)باب الإمامة: ١٢٣/١،ط:مكتبة شركة علمية/الفتاوىٰ التاتارخانية للعلامة عالم بن العلاء الحنفى الدهلوى (المتوفىٰ:٧٨٦هـ) الفصل السادس فى بيان من هو أحق بالإمامة: ٤٣٨/١،ط:قديمى

(۲-۳) إعلاء السنن،باب كراهة جماعة النساء:٢٤٢/٤،رقم الحديث:١٢١٩.

وہ فقہا بھی جو جماعتِ نساء کے عدم کراہت کے قائل ہیں، کبھی اس کے اہتمام کے داعی نہیں بنے، چنانچہ فقہ شافعی کی مشہور کتاب "نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج" میں ہے:

"(ولا يتأكد الندب للنساء تأكده للرجال) لمزيتهم عليهن بناء على أنها سنة لهن (في الأصح) لخشية المفسدة فيهن وكثرة المشقة عليهن، لأنها لا تتأتى غالباً إلا بالخروج إلى المساجد فيكره تركها لهم لا لهن". (۱)

امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں عورت مطلق اہل امامت نہیں، جیسا کہ مدونہ میں ہے: عام ہے کہ امامت مردوں کی ہو، یا عورتوں کی۔

عورتوں کی جماعت کے مندوب نہ ہونے پر مخدع میں نماز پڑھنے کا افضل ہونا بھی دال ہے، ظاہر ہے کہ مخدع (چھوٹے کمرے) میں جماعت تو نہیں ہوسکتی، اسی طرح تاریک کمرہ میں عورت کی نماز کا افضل ہونا انفراداً پڑھنے کو راجح قرار دیا ہے۔

اس سے بڑھ کر اہم امر یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں جب عورتوں کا داخلہ (نماز کے لئے) مسجد میں بند کیا اور عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرمایا تو تمام صحابہ کرامؓ نے اسے پسند کیا اور کسی نے اس پر نکیر نہیں کی، البتہ بعض عورتوں نے حضرت عائشہؓ سے اس کی شکایت کی تو حضرت عائشہؓ نے فاروقی فیصلہ سے اتفاق کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کو دیکھتے جو اب عورتوں میں نظر آتی ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرماتے۔ (صحیح بخاری) (۲)

غور کریں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے تو منع فرمایا لیکن ایسا نہیں ہوا کہ ان کے لئے علیٰحدہ سے مخصوص مسجد بنا کر باپردہ عورتوں کو جماعت کا حکم دیتے اور اس سے کم یہ بھی نہیں کہا کہ اپنے اپنے گھروں میں مل کر نماز باجماعت ادا کریں۔

جناب والا! باوجود شدت احتیاج اور فضائل کے واضح ہونے کے خیر القرون اور اس کے بعد اس کا اہتمام نہیں ملتا بلکہ یہ امر متروک ہے جس سے جماعت نسا کا عدم استحسان معلوم ہوتا ہے، غالباً امام محمد رحمہ اللہ نے "کتاب الآثار" میں حضرت عائشہؓ کی روایت کو نقل کرنے کے بعد اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہا: **"لا يعجبنا أن تؤم المرأة".** (۳)

---

(۱) نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج لإبن شهاب الدين الرملي، كتاب الصلاة، باب صلاة الجماعة وأحكامها: ۱۳۸/۲، شاملة، انيس

(۲) صحيح البخاری لمحمد بن اسماعيل البخاری، باب خروج النساء بالليل والغلس: ۱۲۰/۱.

(۳) كتاب الآثار للإمام أعظم أبي حنيفة، باب المرأة تؤم النساء وكيف تجلس في الصلاة: ۶۰۴/۱، رقم الحديث: ۲۷۱، ط: دار الكتب العلمية بيروت

حاصل یہ ہے کہ جماعتِ نساء میں کم ازکم شبہ کراہت ثابت ہے تو احتیاط ترک میں ہوگی۔

”لأن الشيء إذا تردد بين المندوب والمكروه كان ترك المندوب أولٰى ونظيره تقدم المحرم على المبيح إذا تعارضا فكيف إذا تعارض الأمر بين الجواز والكراهة“.

اگران دلائل کی بحث سے صرف نظر بھی کرلیا جائے تو بھی عملی طور پر عورتوں کے لئے مخصوص مساجد کا قیام فتنوں کا دروازہ کھولنے کے علاوہ ناممکن نہیں تو مشکل ترین ضرور ہے، جب ایک مسجد قائم ہوگئی تو اس کے لئے مؤذن، خادم، امام کی ضرورت ہوگی، عورتوں کے لئے مخصوص ایام میں ان امور کی انجام دہی ممکن ہی نہیں، اگران کے نائب بھی مقرر کئے جائیں تو اگر دونوں کو عذر مخصوص لاحق ہوگیا تو کیا ہوگا، مزید یہ ہے کہ علیحدہ خصوصی مساجد میں اہتمام سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بیٹے (واقد) کی بات ”**ويتخذنه دغلاً**“(۱) کے امکانات بھی رد نہیں کئے جاسکتے۔

البتہ حفظ کے بقا کی ضرورت شدیدہ کے پیش نظر ان حضرات کی رائے سے جو کہ عدم کراہت کے قائل ہیں، اس حد تک استفادہ کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے کہ دوتین حافظات مل کر اپنے قرآن کی حفاظت کی غرض سے تراویح کی جماعت کرالیں، جس میں دعوت عامہ تراویح کے لئے بھی نہ ہو، نہ اس کا اہتمام ہو، نہ اشتہار واعلان ہو، ورنہ گنجائش نہ رہے گی؛ کیوں کہ جنہوں نے گنجائش دی ہے، انہوں نے اس کا اہتمام نہیں کیا ہے، جہاں مدارس ہیں، طالبات ومعلمات بوقت نماز موجود ہوں تو ان کی مستقل علیحدہ جماعت کا اہتمام بھی نہ کیا جائے، اس کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے کہ بڑا ہال جہاں نماز پڑھی جائے، باپردہ جگہ پر مرد امام کے ساتھ دوتین مرد جماعت کریں اور طالبات اس جماعت میں شریک ہوجائیں۔ واللہ اعلم

کتبہ: محمد عبدالمجید دین پوری، بینات، جمادی الأولیٰ ۱۴۱۸ھ۔ (فتاویٰ بینات: ۳۲۱/۲-۳۲۸)

☆ ☆ ☆

(۱) **الصحيح لمسلم، باب خروج النساء إلى المساجد (ح: ٤٤٢)/ سنن الترمذي، باب في خروج النساء إلى المساجد (ح: ٥٧٠) انيس**